ہفت روزہ
ندائے خلافت
۱۹ اپریل ۱۹۹۳ء

☆ صدر اور وزیر اعظم کا یہ جھگڑا فوج کو پسند نہیں
☆ نبی اکرمؐ کی ذات گرامی پر مشرکین مکہ کا تشدد
☆ کیا یہ نیا عالمی نظام ہی دجال کا اصل ہتھیار نہ ہو گا!

تیز ترک' گامزن...

آپ میں سے وہ حضرات جنہیں تحریک خلافت پاکستان کی دعوت اپنے دلوں کی آواز لگی' ان دنوں علاقائی خلافت کمیٹیوں کی تشکیل میں کسی نہ کسی صورت مصروف رہے ہوں گے۔ معاون سازی' معاونین کی فہرستوں کی تیاری اور اپنے علاقے میں سرگرم معاونین سے ذاتی تعارف کے مرحلوں سے گزرنے کے بعد آپ ان ساتھیوں کے انتخاب میں مصروف ہوں گے جو مختلف تنظیمی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھائیں گے تاکہ خود آپ تنظیم کا پیغام عام کرنے' اور اہل وطن کو نظام خلافت کی برکات سے روشناس کرانے کی مہم کے لئے فارغ ہو جائیں۔ ماہ رواں کے اختتام سے ہفتہ بھر پہلے ہی آپ ان شاء اللہ ان رسمی کارروائیوں کو مکمل کر چکے ہوں گے جن کا مقصد کسی بھی تحریک یا جماعت کا ایک ڈھانچہ سا کھڑا کر دینے سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔ اس ڈھانچے میں جان ڈالنے کے لئے مقصد سے خلوص و اخلاص کی متاع' جذبے کی صداقت اور عمل کے ارادے کی پختگی درکار ہوتی ہے جو ہر کارکن کو اپنی خداداد توفیق و استطاعت کے مطابق ساتھ لانی ہے۔ بایں ہمہ تنظیم بذات خود کوئی مقصد نہیں بلکہ مقصد کے حصول کا محض ایک ذریعہ ہے۔

یوں اپنے آپ کو تنظیم کی لڑی میں پرو کر یکم مئی کو تحریک خلافت پاکستان کے پہلے ملک گیر کنونشن میں شرکت کے لئے پورے اہتمام سے ملتان تشریف لایئے اور ظاہر ہے کہ اس اہتمام میں یہ التزام آپ سے آپ شامل ہے کہ جہاں جہاں ممکن ہو' اجتماعی سفر کا اہتمام کیا جائے جس کے لئے اپنے اپنے علاقے کی خلافت کمیٹی کے کنوینر سے رابطہ قائم کرنا ضروری ہو گا۔ ملتان میں ریلوے سٹیشن کے قریب واقع ریلوے سپورٹس گراؤنڈ میں کنونشن کا پنڈال آپ کے استقبال کے لئے اپنی آغوش وا کئے صبح ہی سے چشم براہ ہو گا جہاں ٹھیک نو بجے خلافت ریلی کا آغاز ہونا طے ہے۔ یہ ریلی بھی اپنی نوعیت کے اعتبار سے منفرد ہو گی۔ اس میں مصنوعی شان و شوکت کے اظہار سے کامل پرہیز برتا جائے گا کیونکہ پیش نظر مقصد تو یہ ہے کہ سفر کے آغاز سے پہلے اپنی صف بندی کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیا جائے۔ بلند بانگ دعوے اور اپنی افرادی قوت کے بارے میں مبالغہ آرائی کر کے تحریک خلافت پاکستان کے داعی دنیا کو دھوکہ دینے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے جو درحقیقت اپنے آپ کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔

آیئے تحریک خلافت کی ضرورت اور اس کے مقاصد و طریق کار کو سمجھنے کے لئے ملتان چلیں اور دل اس کی صداقت کی گواہی دے تو مال و جان کی متاع کے ساتھ اس قافلے میں شامل بھی ہو جائیں جو کوچ کی تیاری میں ہے۔OO

قیمت فی شمارہ ۵ روپے

ایک ظلم تم پر ہوا'

ایک اب تم کر رہے ہو

بازو میں زور ہے تو اسے تبدیلی لانے کے لئے استعمال کرو

محمد سمیع

تم نے پوچھا ہے کہ مہاجروں پر ظلم ہو رہا ہے لیکن ہم خاموش ہیں۔ آخر کیوں؟ اس ظلم کے خلاف آواز کیوں نہیں اٹھاتے؟ ہمیں تمہارے جذبات کا احساس ہے۔ تمہارے بھائی کو گرفتار کیا گیا' اس پر تشدد کیا گیا' جھوٹے الزامات لگائے گئے' جھوٹی گواہیاں بھگتائی گئی' سزا سنادی گئی' الزام عائد کیا گیا۔ تعجب خیز' تمہارا بھائی غیر قانونی اسلحہ لیکر ڈکیتی کی نیت سے گھومتا ہوا پکڑا گیا۔ الزام عائد کرنے والوں کے مطابق اس کے پاس کلاشنکوف تھی لیکن اس نے کوئی مزاحمت نہ کی' کوئی گولی نہیں چلائی۔ سزا ہوئی ڈکیتی کی نیت کی بنیاد پر۔ نیتوں کا حال تو خدا بہتر جانتا ہے۔ پتہ نہیں تمہارا بھائی ڈکیتی کی نیت سے گھوم رہا تھا یا سزا دینے والوں نے بدنیتی کی بنیاد پر سزا دی ہے۔ ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اس قسم کا معاملہ صرف تمہارے بھائی کے خلاف نہیں ہو رہا ہے۔ پتہ نہیں کتنے بھائیوں کو آج ان حالات کا سامنا ہے۔ بے شک یہ صریح ظلم ہے۔ لیکن ذرا سوچو تو سہی یہ ظلم کا سلسلہ نیا تو نہیں۔ آخر ہم کس کس ظلم کے خلاف آواز بلند کریں۔

وطن عزیز میں سب سے بڑا ظلم یہ ہوا کہ ہم نے وعدہ خلافی کی اور اپنے اس اللہ سے کی جس نے ہماری فریاد پر یہ مملکت قائم کی۔ ہم نے اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ ہم یہ ملک اس لئے بنانا چاہتے ہیں کہ اسلام کے اصول حریت و اخوت و مساوات پر مبنی نظام قائم کرنا چاہتے ہیں لیکن ہم نے اب تک اسی غیر ملکی آقا کے قانون کو سینے سے لگا رکھا ہے جس نے یہ قانون ایک محکوم کے لئے بنایا تھا۔ ہم آج بھی محکوم ہیں' پہلے سفید چمڑی والوں کے محکوم تھے آج کالے انگریزوں کے محکوم ہیں۔ ہم نے اسی نام نہاد نظام جمہوریت کو سینے سے لگا رکھا ہے' جس میں بندوں کو گنا کرتے ہیں' تولا نہیں کرتے۔ اب جب تولتے نہیں تو لوگ منتخب ہو کر آتے ہیں' ان میں سرمایہ دار ہوتے ہیں جو اپنے پیسوں کے بل بوتے پر منتخب ہوتے ہیں۔ وہ اپنی صرف کردہ رقم کو سود در سود وصول کرتے ہیں۔ لہٰذا آج بھی ہمارے ملک کا مزدور سرمایہ داروں کے ہاتھوں بدترین استحصال کا شکار ہے۔

"جمہوری" راستے سے جاگیردار وڈیرے اور خوانین منتخب ہو کر آتے ہیں۔ ان کا ہتھیار دھونس اور دھاندلی ہے۔ ان کے ہاری مجبور ہیں کہ انہیں ووٹ دیں ورنہ وہ بدترین مظالم کا شکار ہوتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ ووٹ دینے کے بعد بھی وہ ان کے مظالم سے بچ نہیں سکتے۔ جب معاشرے میں ظلم و استحصال انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو فوج کے بیوروکریٹس مسیحا بن کر نمودار ہوتے ہیں۔ ملک میں مارشل لاء لگتا ہے اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ یہ دوسرا ظلم ہے کہ مارشل لاء میں لوگوں کے بنیادی حقوق معطل ہوتے ہیں۔ لوگوں میں احساس محرومی پیدا ہوتا ہے۔ اندر ہی اندر لاوا پکتا رہتا ہے جو ملک کی شکست و ریخت کا باعث بنتا ہے۔ کیا یہ ظلم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ملک کو اپنے ہوس اقتدار کا نشانہ بنا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔ لیکن ہم یہ ظلم بھی برداشت کرتے ہیں۔ اپنی ذلت و نکبت سے کوئی سبق حاصل نہیں کرتے۔ ہماری منافقت کی انتہا یہ ہے کہ اپنے اقتدار کو بچانے کے لئے اسلام کی رٹ لگاتے ہیں لیکن کام سارے وہ کرتے ہیں جو اسلام کی منشاء کے خلاف ہوں۔

تمہارا دعویٰ یہ ہے کہ تمہارے خلاف اس لئے سازش کی گئی کہ تم ملک کو جاگیرداروں اور سرمایہ داروں اور خوانین کے مظالم کو ختم کرنے کے لئے متحدہ قومی موومنٹ بنانا چاہتے تھے۔ لیکن تم نے کیا کیا؟ تم نے بھی ظلم کی وہی روش اختیار کی۔ تم نے خود ظلم کی انتہا کر دی کہ اپنے ہی لوگوں پر ظلم کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تمہارے اپنے لوگوں نے تمہارے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ تمہارے زوال میں کسی دوسری جماعت کا کوئی ہاتھ نہیں۔ تم یہ کہتے ہو کہ ہمارے خلاف بغاوت کرنے والوں کو ایجنسیوں نے تقویت پہنچائی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اگر یہ بات درست بھی ہو تو اس کا موقع کس نے فراہم کیا۔ خود تم نے۔

اصل میں کوئی صحیح کام بھی اگر غلط طور پر کیا جائے تو اس کا انجام غلط ہی ہوتا ہے۔ تم نے مہاجروں کے حقوق کی آواز بلند کی حالانکہ حقوق یہاں کس کے پامال نہیں ہو رہے۔ تمہاری اس حرکت نے مسلمانوں کے اس معاشرے کو جو پہلے ہی منقسم تھا' مزید تقسیم کیا۔ نفرتیں تو پہلے ہی کم نہ تھیں لیکن استحصالی طبقہ نے صورت حال سے فائدہ اٹھا کر انہیں انتہا تک پہنچا دیا۔ نتیجہ کیا نکلا' ظلم در ظلم' ایک ظلم جو انہوں نے کیا' دوسرا جو تم نے کیا اور تیسرا جو بقول تمہارے تم پر ہو رہا ہے۔

اب بھی موقع ہے کہ اس شیطانی چکر کو ختم کرنے کا سوچا جائے۔ اگر تمہیں یہ یقین ہے کہ تمہارا زور بازو کمزور نہیں پڑا تو اس کو موجودہ نظام کی تبدیلی کے لئے استعمال کرو لیکن ایک بات غور سے سن لو اس نظام کو تبدیل کر کے اسی نظام کو لانا پڑے گا جو خلافت راشدہ کے دور میں قائم تھا۔ صرف اسی صورت میں ظلم و جور کا خاتمہ ہو سکے گا اور اسلام کا نظام عدل اجتماعی میسر آسکے گا۔ تم نے بقول تمہارے بہت قربانیاں دیں لیکن ایک محدود مقصد کے لئے۔ اگر تم اس عظیم مقصد کے لئے قربانی دینے کے لئے تیار ہو جاؤ تو صرف مہاجروں کو نہیں ملک کے ہر طبقے کو حقوق حاصل ہو جائیں گے۔ اس کے لئے ضروری ہے انقلاب کے اس طریقے کا بغور مطالعہ کرو جس کو دنیا کے عظیم ترین انقلابیؐ نے اختیار کیا۔ اسی راستے کو تم بھی اختیار کر لو صرف پاکستانی قوم ہی نہیں' دنیا تمہیں اپنے کاندھوں پر بٹھالے گی' نہ کوئی ظلم ہو گا اور نہ ظلم کے خلاف کوئی آواز اٹھانے کی ضرورت باقی رہے گی۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریکِ خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

جلد ۲ شمارہ ۱۵

۱۹ اپریل ۱۹۹۳ء

6

مدیر
اقتدار احمد

معاون مدیر
حافظ عاکف سعید

یکے از مطبوعات
تنظیمِ اسلامی

مرکزی دفتر: ۶۷۔ اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور

مقامِ اشاعت
۳۶۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: ۸۵۶۰۰۳

پبلشر: اقتدار احمد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ لاہور

قیمت فی پرچہ: -/۵ روپے
سالانہ زر تعاون (اندرون پاکستان) -/۱۰۰ روپے

زر تعاون برائے بیرون پاکستان
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت ——— ۱۰ امریکی ڈالر
مسقط، عمان، بنگلہ دیش ——— ۸ 〃 〃
افریقہ، ایشیا، یورپ ——— ۱۲ 〃 〃
شمالی امریکہ، آسٹریلیا ——— ۱۶ 〃 〃

آس کی ڈوری ٹوٹ نہ جائے

نثار میں تری گلیوں کے اے وطن کہ جہاں آج کل بے یقینی اور عدم اطمینان کی دھول اڑ رہی ہے' اسلامی جمہوریہ پاکستان سیاسی استحکام کو ترستی ہے اور رات کو آنکھیں موندتے ہوئے دل دھڑک رہا ہوتا ہے کہ صبح جاگنے پر نجانے کون سی خبر وحشت اثر کان میں پڑے۔ ایک نظریاتی ریاست جو منشائے ایزدی کی مظہر ہے اور جھوٹے نگوں کی طرح چمکتی تہذیب حاضر کے فریب میں مبتلا ہو کر باطل نظریات کے اندھیرے میں ٹکریں مارتی دنیا کے لئے مینارۂ نور کی طرح معجزاتی انداز میں منصہ شہود پر نمودار ہوئی تھی' خود بھٹکتی پھرتی ہے۔ چلتی ہے تھوڑی دور ہر اک رہرو کے ساتھ --- حیف کہ مملکت خداداد کو اب جنوبی امریکہ کی بدنام زمانہ ریاستوں کے شمار میں ایک اضافہ سمجھا جانے لگا ہے جہاں شخصیات اور دھڑوں کے درمیان کشمکش اقتدار نظام حکومت کو تلپٹ کئے رکھتی ہے' جہاں کالے دھن کی ریل پیل ہے' جہاں ایک طرف بھیانک محرومیوں کا ڈیرا اور غربت کا بسیرا ہے تو دوسری طرف دولت کی وہ فراوانی کہ سیلاب بلا کی طرح زندگی کی سب اچھی قدروں کو بہائے لے جاتی ہے' جہاں کے شہری امیر ہیں اور حکومتیں غریب' جہاں کی ساری رونق مانگے تانگے کی ہے' جہاں آبادی کی آئندہ نسلوں کو بھی قرضوں کے عوض رہن رکھ دیا گیا ہے' جہاں مہنگائی آسمان سے تارے توڑ کر لاتی اور افراط زر اگلے پچھلے سب ریکارڈ توڑتی چلی جارہی ہے اور یہ سب "اعزازات" حاصل کر لینے کے باوجود عالمی برادری میں جن کی حیثیت محض طفیلیوں کی سی ہے جو عزت کے مستحق ہیں نہ وقار کے اور بے وزنی ہی جن کا وزن ہے۔ اس پر مستزاد ہمارا یہ منفرد معاملہ کہ اپنی بے بضاعتی کے باوجود دنیا کے چودھریوں کے دلوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتے ہیں شاید اس لئے کہ خداوندان مغرب کو یہ خوف دامن گیر ہے کہ اس قوم رسول ہاشمیؐ کو اپنا بھولا ہوا سبق کبھی نہ کبھی یاد آسکتا ہے' خدا فراموشی اور خود فراموشی کے دشت میں بھٹکتے بہت زمانہ گزر گیا تو شاید کسی وقت یہ اپنی خودی بھی پہچان ہی لے' کیونکہ اس کے وطن کی فضاؤں میں ابھی تک ان اذانوں کی صدائے بازگشت موجود ہے جو گزشتہ چار صدیوں کے دوران پورے عالم اسلام میں سے صرف اسی سرزمین سے بلند ہوئیں۔

ملک کو اس حال تک پہنچانے میں کس کا کتنا قصور ہے' اس کے فیصلے کا ابھی موقع نہیں اور اس وقت جو متحارب گروہ میدان میں ہیں' ان میں سے کسی ایک کو ہم حق پر قرار نہیں دیتے۔ ہم ان میں سے کسی کے بھی ساتھ نہیں کیونکہ ہمیں تو صرف پاکستان کی بقا سے دلچسپی ہے جو ان دونوں کی دھینگا مشتی سے خطرے میں پڑ چکی ہے۔ صاف نظر آتا ہے کہ ملکی سیاست میں یہی ہڑبونگ رہی تو وطن کی خیر نہیں اور رونا اس پر بھی آتا ہے کہ ہر طرف سے بھانت بھانت کی بولیاں سننے کو ملتی ہیں نہیں ملتی تو قوم کو خبردار کرنے والے کسی خیر خواہ کی یہ صاف گوئی نہیں ملتی کہ تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں! سیاست کے اکھاڑے میں ڈنڈ پیلتے ہوئے بچے جمورے دو میں سے کسی ایک پہلوان کے پٹھے ہیں' سربراہ مملکت کے یا سربراہ حکومت کے۔ داؤ پیچ چل رہے ہیں اور نہیں کہا جاسکتا کہ چاروں شانے چت کون ہوگا تاہم فیصلے کی گھڑی زیادہ دور نہیں۔ ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا --- اللہ ان بازی گروں کے ہاتھوں میرے وطن کو کوئی گزند نہ پہنچنے دے ورنہ ان میں سے کوئی رہے اور کوئی جائے' ہمارے کام اور ہمارے مقاصد کو اس سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ ہم تو علیٰ وجہ البصیرت یہ سمجھتے ہیں کہ موجودہ سیاسی نظام پورے کا پورا ایک سنڈاس ہے۔ الیکشن' ممبری' کرسی اور صدارت کی شکل میں آزادی نے ان لوگوں کو خوب دھندے بنا دیئے ہیں۔ یہ دھندے انہی کو مبارک ہوں' بس اتنا کرم فرمائیں کہ اس ملک خداداد کو سالم باقی رہنے دیں تاکہ ان لوگوں کی آس کی ڈوری ٹوٹنے نہ پائے جو پاکستان کے مقصد وجود کی تکمیل کے لئے جسم و جاں کی توانائیاں لگا رہے ہیں۔

بظاہر موجودہ حکومت اپنا قانونی' دستوری اور اخلاقی جواز کھو چکی ہے چنانچہ اس کا برسر اقتدار رہنا ہمارے ملک کو مزید کمزور کرنے کا باعث ہوگا۔ جس الیکشن کے ذریعے یہ حکومت عالم وجود میں آئی تھی اس کے منظر و پس منظر کے بارے میں بہت سی گفتنی و ناگفتنی باتیں کھلے لفظوں میں اور اشاروں کنایوں میں کہی جاچکی ہیں اور اس کے دامن پر بدعنوانیوں کے دھبے بہت نمایاں ہیں لہٰذا مناسب ہوگا کہ اسے اقتدار سے بے دخل کرکے نئے انتخابات کرائے جائیں جن کو منصفانہ اور غیر جانبدارانہ رکھنے کا ہر ممکن طریقہ اختیار کیا جائے۔ نئے الیکشن کے نتیجے میں شاید ہمیں وہ سیاسی استحکام میسر آجائے جو ملک کی بقاء و سلامتی کے لئے ضروری ہے۔ خود ہمیں نہ الیکشن میں حصہ لینا ہے' نہ اقتدار میں شراکت مقصود ہے۔ ہماری خواہش تو بس اتنی ہے کہ پاکستان ایک آزاد' خود مختار اور باوقار ملک کی حیثیت سے دنیا کے نقشے پر قائم رہے اور احیائے اسلام کی اس تحریک کا نقطہ آغاز بنے جو اس علاقے کے لئے مقدر ہے۔ اسلامی انقلاب جو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کا پیش خیمہ ہوگا' ان شاء اللہ اسی خطہ ارضی میں برپا ہوگا جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت تامہ سے اسباب و علل کا وافر سامان مہیا کیا ہے۔ ○

الھدیٰ

سورۃ البقرہ

(آیات ۱۵۱ - ۱۵۲)

ترجمانی: حافظ عاکف سعید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

جیسا کہ بھیج دیا ہم نے تم میں ایک رسول تم ہی میں کا' جو تلاوت کرتا ہے تمہارے سامنے ہماری آیات کی اور تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تعلیم دیتا ہے تمہیں کتاب کی اور حکمت کی اور تمہیں سکھاتا ہے وہ باتیں جو تم نہیں جانتے تھے ○

(کہ بلا شبہ یہ اللہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے تمہاری ہدایت کے لئے ایک ایسے کامل رسول' کو تمہاری طرف بھیجا ہے کہ جو اللہ کی آیات تمہیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کے حوالے سے نہایت دلنشین انداز میں تمہیں ایمان و تقویٰ کی دعوت دیتا ہے' پھر آیات قرآنی ہی کے ذریعے تمہارے ذہنی و فکری اور قلبی و روحانی امراض کا علاج کرتا اور تمہارے نفوس کو ان تمام آلائشوں سے پاک کرتا ہے' اور یہی نہیں بلکہ وہ تمہیں کتاب و شریعت کی تعلیم بھی دیتا ہے اور ایمانی حقائق اور احکام دین کے رموز و حکم سے بھی روشناس کراتا ہے اور وہ تمہیں ان بہت سی باتوں کی تعلیم دیتا ہے کہ جن کا تعلق تمہاری دنیوی اور اخروی فلاح ہی سے نہیں' علم حقیقت سے بھی ہے' لیکن تم اس سے پہلے ان باتوں سے بے خبر اور ناواقف تھے۔ اللہ کے یہ آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم درحقیقت اس دعائے ابراہیمی کا مصداق بن کر آئے ہیں جس کا ذکر دو رکوع قبل آیت ۱۲۹ میں نہایت اہتمام کے ساتھ کیا گیا تھا' گویا واضح طور پر اشارہ کردیا گیا کہ ملت ابراہیمی کے اصل وارث یہی نبی آخرالزماں ہیں' صلی اللہ علیہ وسلم)

پس تم مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں گا' اور میرا احسان مانو اور میری ناشکری مت کرو ○

(کہ اب تمہارے لئے لازم ہے کہ اللہ کے ان احسانات کا شعور و ادراک کرتے ہوئے ہردم اس کی یاد کو اپنے دل میں تازہ رکھو' تمہاری زبان بھی اس کے ذکر سے فارغ نہ رہے اور تمہارا دل بھی اس کی یاد سے خالی نہ رہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ بھی تمہیں یاد رکھے گا اور اس کی رحمتوں اور عنایتوں کی بارش مسلسل تم پر ہوتی رہے گی۔ مزید یہ کہ اس کی نعمتوں کا خوب خوب شکر ادا کرتے رہو' کلمات تشکر تمہاری زبان سے جاری رہیں' جذبات تشکر تمہارے قلب کی گہرائیوں سے پھوٹتے رہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تمہارا ہر ہر عمل اس کی بندگی اور اطاعت کے سانچے میں ڈھل کر نکلے ----- اور دیکھنا اس کی ناشکری ہرگز مت کرنا کہ اس میں سراسر تمہارا اپنا ہی نقصان ہے!)

صدر اور وزیراعظم کا یہ جھگڑا فوج کو پسند نہیں

نواز شریف پنجاب کی "پگ" سر پر رکھ لیں گے؟

جھگڑے کے نتیجے میں پیپلز پارٹی کا بھلا ہو گا

عبدالکریم عابد

سعودی عرب کا مشورہ بھی مفاہمت کے حق میں ہے

صدر اسحاق اور وزیراعظم نواز شریف کی جنگ میں صرف جگ ہنسائی نہیں ہوئی بلکہ قومی مفاد کو سخت ضرر بھی پہنچا ہے۔ یہ جنگ ایک ایسے وقت میں شروع کی گئی جب امریکہ نے ہمیں دہشت گرد ملک قرار دینے کا ارادہ ظاہر کیا ہے' بھارت نے ہمارے خلاف اپنی سرگرمیاں تیز کردی ہیں' افغانستان کی خانہ جنگی نہ صرف وسط ایشیا کے لئے ہماری راہ میں حائل ہے بلکہ ہماری داخلی صورت حال کو بھی متاثر کررہی ہے اور ملکی اقتصادیات میں مہنگائی' بے روزگاری اور بجٹ کا مسلسل بڑھتا ہوا خسارہ ایک سنگین چیلنج ہے۔ اس طرح کے حالات میں حزب اقتدار اور حزب اختلاف کو آپس میں سر جوڑ کر بیٹھنا چاہئے تھا لیکن حزب اقتدار خود منقسم اور متصادم ہے اور ایک طرف صدر صاحب کی فوج ظفر موج ہے جو ہر صبح طبل جنگ بجاتی نظر آتی ہے تو دوسری طرف وزیراعظم کا کیمپ ہے جس میں پہلے صدر پر تابڑ توڑ حملے ہو رہے تھے اور اب سراسیمگی پھیلی ہوئی ہے۔

ان حالات میں ہمارے وزیراعظم جرمن سرمایہ کاروں سے سرمایہ کاری کی اپیل کرنے کے لئے جرمنی گئے اور سارک کانفرنس میں بھارتی وزیراعظم نرسیما راؤ سے مکالمہ آرائی کے لئے ڈھاکہ پہنچے ہیں جبکہ وفاقی وزیر نثار علی خاں امریکہ میں کلنٹن کے وزیرخارجہ اور امریکی انتظامیہ سے پاک امریکی تعلقات کی گتھیاں سلجھانا چاہتے ہیں لیکن کیا امریکہ' جرمنی' بھارت سب یہ نہیں کہہ رہے ہوں گے کہ آپ سے ہم کیا معاملہ کریں' ہر روز آپ ہی کے اخبارات میں آپ کے چل چلاؤ کا تذکرہ ہوتا ہے اور کچھ پتہ نہیں کہ پاکستان میں اقتدار کا مالک کون ہے' فوج کا سربراہ' صدر یا وزیراعظم؟ ہم کس کو مختار کل سمجھیں اور کس سے معاملہ کریں اور آج جو حکومت میں ہیں پتہ نہیں اگلے ہفتے یا اگلے ماہ وہ رہیں بھی یا نہیں۔ سچ پوچھئے تو ایسی غیریقینی صورت حال ہماری تاریخ میں پہلے کبھی پیدا نہیں ہوئی تھی اور یہ سب کیا دھرا خود صدر صاحب اور جناب وزیراعظم کا ہے' ان میں سے نہ کسی کا موقف اصولی ہے نہ قوم پرور ہے۔

وزیراعظم چاہتے تھے کہ ان کی حکومت پر صدر کی سوپر گورنمنٹ نہ رہے' اور وہ اختیار ناطق حاصل کرلیں جبکہ صدر کو فکر تھی کہ وہ آٹھویں ترمیم کے اختیارات سے محروم نہ ہوں اور تلوار بن کر وزیراعظم کے سر پر رہیں۔ وزیراعظم نواز شریف کے متعلق اول روز سے ہی یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ان کی سیاست کا اصول اور نظریات سے کوئی تعلق نہیں' وہ اقتدار چاہتے تھے اور یہ اقتدار انہوں نے اپنی ذہانت یا دیانت دارانہ سیاست کی بجائے اسٹابلشمنٹ کے ساتھ جوڑتوڑ اور دولت کے بل پر خریدا ہے۔ ان کا مسئلہ یہ نہیں ہے کہ پرائم منسٹر ہاؤس سے گئے تو گھر جاکر چند دن آرام کریں گے۔ اگر اقتدار چھوڑنے کے بعد بے نظیر صاحبہ کے شوہر کو جیل کی ہوا کھانی پڑتی ہے تو وزیراعظم نواز شریف کو اسٹابلشمنٹ کے آقا معاف کیوں کریں گے؟ زرداری کے خلاف تو غلط الزامات تھے یا معمولی الزامات تھے اور ہر شخص جانتا تھا کہ وہ انتقامی کارروائی کا نشانہ بنے ہیں کہ ضمانت تک مشکل ہوگئی تھی لیکن صدر صاحب نے جو اپنے فائل ورک کے لئے مشہور ہیں' وزیراعظم کے خلاف بڑے بڑے الزامات کا مواد تیار کر رکھا ہے اور وہ وزیراعظم کو ہٹاتے ہیں تو انہیں گھر میں چین لینے نہیں دیں گے اور نہ ان کی صنعتیں محفوظ رہ سکیں گی۔

اس اعتبار سے وزیراعظم نواز شریف اور ان کے خاندان کے لئے یہ ایسی جنگ ہے جس میں شکست کے نتائج کو وہ خوب سمجھتے ہیں اور داؤ پر صرف وزیراعظم کا خاندان نہیں لگا ہے' ان کے ساتھ بہت سے دوسرے اعلیٰ سرکاری افسر' صنعت کار اور مال بٹورنے والے سیاستدان بھی ہیں جو

وزیراعظم کے ساتھ ہی چکر میں آئیں گے۔ اس لئے وزیراعظم اور ان کے ساتھی آسانی سے ہار ماننے والے نہیں۔ وہ اگر فتح مند نہیں ہوں گے تب بھی "سٹیٹس کو" کے لئے کوشش کریں گے اور چاہیں گے کہ معاملہ رفع دفع ہو اور صدر کے ساتھ بقائے باہمی کا معاملہ کرکے سب کچھ فراموش کردیا جائے لیکن صدر کے لئے یہ آسان نہیں ہے کیونکہ انہوں نے میدان میں اپنے گھوڑے سرپٹ دوڑائے تھے اور انہوں نے اپنی لابی کی توقعات کو پورا نہیں کیا تو یہ لابی ہاتھ دھوکر ان کے پیچھے پڑ جائے گی۔

اس سے قطع نظر یہ بھی ہے کہ صدر کے سیاسی' اقتصادی اور انتظامی خیالات اور وزیراعظم کے خیالات میں گہرا تضاد ہے۔ ان کے درمیان کوئی مشترکہ لائحہ عمل نہیں ہے جو کچھ وزیراعظم کررہے ہیں' وہ صدر کو سخت ناپسند ہے اور جس طرح صدر حکومت کے خلاف ایک سپریم حکومت چلا رہے ہیں' اسے وزیراعظم ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہیں کرسکتے اس لئے اصولی' نظریاتی' ذاتی ہر لحاظ سے ان کے درمیان تصادم ہے۔ یہ تصادم اول روز ہی موجود تھا لیکن بے نظیر کو گرانے کے لئے آئی ایس آئی نے چونکہ اسلامی جمہوری اتحاد کے نام پر بھان متی کا کنبہ جوڑا چنانچہ اقتدار سنبھالتے وقت وزیراعظم بہت طاقتور نظر آئے مگر رفتہ رفتہ یہ طاقت منتشر ہوتی گئی اور اب صرف انتشار ہی انتشار ہے۔ اگر صدر اور وزیراعظم کوئی وقتی مصالحت کرلیتے ہیں تو یہ بھی زیادہ دنوں کی نہیں ہوگی اور صاف کہا جارہا ہے کہ سارک کانفرنس سے نواز شریف کی واپسی کے بعد دوسرا راؤنڈ شروع کیا جائے گا اور پہلے راؤنڈ نے ملک کو جس طرح ہلاکر رکھ دیا ہے' اس کے بعد خدانخواستہ دوسرا راؤنڈ ہوگا تو پاکستان کے زمین آسمان ہل کر رہ جائیں گے۔

صدر صاحب وزیراعظم نواز شریف کی اقتصادی پالیسیوں اور بدعنوانیوں کے خلاف ٹی وی پر آکر تقریر کرتے ہیں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ عوام صدر صاحب کے کالے کارناموں سے بھی واقف ہیں۔ یہ صدر صاحب ہی تھے جنہوں نے ایوان صدر کو بے نظیر کے اقتدار کے خلاف سازش کرنے والوں کا ہیڈکوارٹر بنادیا تھا۔ صدر صاحب نے سندھ پر منتخب نمائندوں کی جگہ جام صادق کی شیطانی حکومت مسلط کی جس میں ان کے داماد مروت صاحب نے سیاست اور جرائم کا امتزاج تیار کیا۔ آج بھی صدر صاحب ہی اس صوبے کو براہ راست کنٹرول کررہے ہیں اور پیپلزپارٹی کو اوپر آنے سے روکنے کے لئے انہوں نے ہی جئے سندھ اور ایم کیو ایم کو اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ سرحد میں بھی صدر صاحب کی سیاست نے عدم استحکام پیدا کیا اور بلوچستان بھی ان کی سیاست کا شکار ہے۔ پنجاب ان کے ہاتھ نہیں آیا جس کا انہیں بڑا قلق ہے اس لئے وہ کبھی جتھہ کو آگے بڑھاتے ہیں' کبھی کھر کی پیٹھ ٹھونکتے ہیں' کبھی سرائیکی علاقہ کے جاگیرداروں کو جمع کرتے ہیں اور کبھی سول و فوجی بیوروکریسی کے سرچشمہ طاقت سے رجوع کرتے ہیں مگر ان تمام باتوں کے باوجود نواز شریف اپنی جگہ قائم ہیں۔

صدر صاحب نے سمجھا تھا کہ وہ اپنی مرضی کا چیف آف آرمی سٹاف لاکر وزیراعظم کو نکالنے کی طاقت حاصل کرلیں گے لیکن فوج کسی فرد واحد کا نام نہیں ہے۔ جو فرد واحد واقعی طاقتور تھے وہ گزر گئے' اب فوج میں کوئی ایک شخصیت طاقتور نہیں ہے۔ اس لئے تمام فارمیشن کمانڈروں اور کور کمانڈروں کی رائے کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔ انہیں صدر اور وزیراعظم نے الگ الگ استقبالئے دیئے اور ہر ایک نے دیکھ لیا کہ فوج کا موڈ ان لڑنے والوں میں کسی ایک فاتح اور دوسرے کو شکست خوردہ بنانے کا نہیں ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ نہ صدر وزیراعظم اور اسمبلی کو ختم کریں نہ وزیراعظم صدر کے خلاف کوئی محاذ بنائیں کیونکہ ملک جن مشکل حالات سے دوچار ہے' اس میں جنگ حالات کو اور بھی ابتر کردے گی اس لئے یا تو سیاست دان مل جل کر حکومت کریں اور یہ نہیں کرسکتے تو اکٹھے دفع ہوں اور ان کے دفع ہونے سے بھی مسئلہ حل نہیں ہوسکتا کیونکہ فوج ملک کو مارشل لاء لگاکر نہیں چلاسکتی' اسے ایک منتخب حکومت کی ضرورت ہے تاکہ پاکستان کا سیاسی چہرہ قائم رہے اور پاکستان برہانہ بننے پائے۔

فوج کے علاوہ ہمارے دوست ملک بھی اس پر زور دے رہے ہیں کہ صدر اور وزیراعظم کو آپس میں مفاہمت سے رہنا چاہئے۔ اس سلسلہ میں سعودی عرب نے کافی کوششیں کی ہیں حالانکہ صدر اور وزیراعظم دونوں ایک دوسرے کے خلاف اس قدر غصے میں بھرے بیٹھے تھے کہ جب سعودی سفیر نے ان کے اعزاز میں استقبالیہ دیا تاکہ وہ اس بہانے یکجا ہوں تو اس استقبالیہ میں نہ صدر آئے اور نہ وزیراعظم' تاہم سعودی شخصیات نے پاکستان کے دورے کئے اور دونوں کو کم ازکم زبانی حد تک اس کا قائل کیا کہ وہ آپس میں نہیں لڑیں گے اور مسلسل ملتے رہیں گے کیونکہ ملاقاتوں سے دل کا میل دھل جاتا ہے۔ صدر اور وزیراعظم کی مفاہمت کے لئے ایک دباؤ ان لوگوں نے بھی ڈالا جو اس امکان سے پریشان تھے کہ دو کی لڑائی میں تیسرے کا بھلا ہوگا اور پیپلزپارٹی فائدہ میں رہے گی۔ یہ بات نہ ضیاء الحق کے صاحبزادے اعجاز الحق کو پسند تھی نہ الٰہی بخش سومرو کو' اور نہ خود وزیراعظم کے والد میاں شریف کو۔ جماعت اسلامی بھی اس کے حق میں نہیں تھی کہ اس مرحلے پر اسمبلیوں کو توڑ دیا جائے اور نواز شریف کو نکال باہر کیا جائے تاہم جماعت درمیان میں نہیں آئی اور قاضی حسین احمد نے اخبارنویسوں کے سوالات کے جواب میں کہا کہ ہم سے کسی نے مصالحت کرانے کی درخواست نہیں کی ہے جیسا کہ افغانستان کے لیڈروں نے کی تھی اور پھر ہم اس قیادت کی مصالحت یا جنگ سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے' ہم تو اپنا ایک محاذ بنانے کی فکر میں ہیں جو اسلامی جمہوری اتحاد کے فقدان کا خلا پورا کرے۔

تاہم اب معلوم ہوتا ہے کہ ذمہ دار لوگوں نے قاضی صاحب کو اپنی مصالحتی کوششوں کے لئے کہا ہے اور وہ کچھ دوڑ دھوپ کریں گے مگر قاضی صاحب کا کہنا ہے کہ نواز شریف ہوں یا صدر اسحاق' دونوں سنتے سب کی ہیں' کرتے اپنی ہی ہیں اور صدر اسحاق تو ہوا بھی نہیں لگنے دیتے کہ وہ کیا سوچتے ہیں اور اپنا مکمل منصوبہ ذہن میں رکھتے ہیں۔

ایک پریشان کن صورت حال یہ ہے کہ صدر اسحاق اور نواز شریف کا جھگڑا چلتا رہا تو یہ جلد ہی پنجاب پختون جھگڑے کی شکل بھی اختیار کرلے گا کیونکہ ہماری سول اور فوجی بیوروکریسی میں پنجابی کے افسر لوگ سینئر تھے اور پختون ان کے ساتھی تھے۔ ضیاء الحق کے زمانے میں پختون اقتدار کافی بڑھ گیا۔ اس کے بڑھنے میں متضاد عناصر نے کردار ادا کیا۔ پختون بیوروکریسی کی طاقت کے ساتھ ہیروئن اور افغان جہاد کی طاقت بھی جمع ہوگئی اور جب ضیاء الحق کی جگہ صدر اسحاق نے لی تو اس طاقت میں اور اضافہ ہوا۔ صدر اسحاق نے جس طرح فوج کا سربراہ مقرر کیا ہے' اس پر سول فوجی بیوروکریسی کا پنجابی عنصر خوش نہیں ہے اور اگر نواز شریف کو الگ کیا جاتا ہے تو وہ لازمی طور پر نئی جنگ کے لئے پنجاب کی پگ اپنے سر پر سجائیں گے اور پنجاب کی مظلومیت کے پروپیگنڈہ کا نیا طوفان اٹھائیں گے اور اس لحاظ سے پھر صف بندی ہوگی کہ سندھ اور بلوچستان کو اس

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

کیا یہ نیا عالمی نظام ہی دجال کا اصل ہتھیار نہ ہوگا؟

کرنسی نوٹوں پر طلسماتی علامات

دنیا کی مالیات پر یہودی تسلط کی منہ بولتی تصویریں

یہود کی ذیلی تنظیم "فری مین" تحریک کا امتیازی نشا

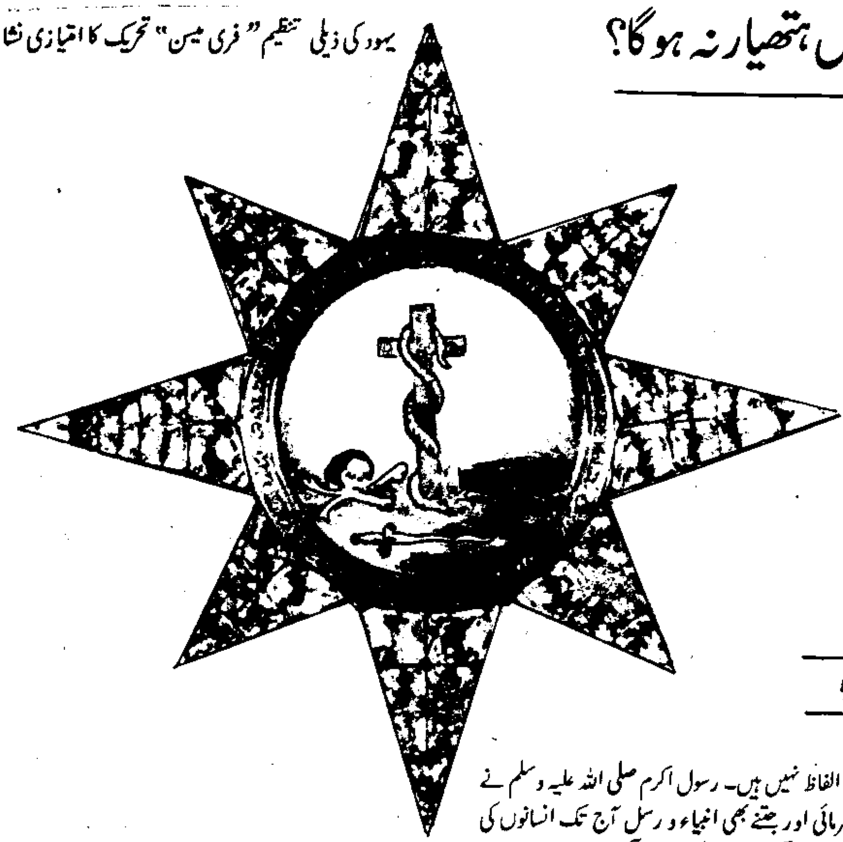

آٹھ کونوں والا ستارہ جس سے ملتی جلتی علامات دنیا کی اکثر کرنسیوں پر موجود ہیں
صلیب سے لپٹا ہوا سانپ جس سے ڈالر کا علامتی نشان $ لیا گیا
ابھرے ہوئے کونوں میں سانپ کی جلد کا ڈیزائن

ابو حمزہ

دجال اور فتنہ دجالیت کسی بھی مسلمان کے لئے اجنبی الفاظ نہیں ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے صراحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب فرمائی اور جتنے بھی انبیاء و رسل آج تک انسانوں کی طرف بھیجے گئے، سبھی نے دجال کے نام پر کانوں کو ہاتھ لگائے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے تک یہ سمجھنے میں شاید دشواری ہوتی ہو کہ جو نشانیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح الدجال کی بیان فرمائی ہیں، ان کا ظہور کیسے ہوگا اور اس کے طریق کار کے بارے میں جو تفصیلات احادیث نبویہ میں وارد ہوئی ہیں، اس پر عمل درآمد کی شکل کیا ہوگی۔ لیکن زمانہ حال میں یہ سب باتیں قرین قیاس معلوم ہوتی ہیں۔

وہ ایک شخص بھی ضرور ظاہر ہو کر رہے گا کہ جو دراصل دجال لیکن مسیح کے بہروپ میں ہوگا، پوری دنیا کو اپنے پیچھے لگالے گا اور وسائل پر اس طور سے قابض ہوگا کہ پیٹ کا جہنم بھرنے کے لئے بھی انسانوں کو اس کے حکم کی تعمیل میں کلمہ کفر زبان سے ادا کرنا ہوگا۔ یہ باتیں اب ناممکنات میں سے اور دور دور از کار نظر نہیں آتیں۔ عالمی سطح پر ایک ایسا مالیاتی نظام قوموں اور افراد کی زندگیوں پر غالب ہوتا جارہا ہے جو فتنہ دجالیت کا پیش خیمہ ہے اور مسیح الدجال کا اصل ہتھیار ہوگا۔ اس عالمی مالیاتی نظام کا کنٹرول یہودیوں کے ہاتھوں میں ہے اور دجال کو بھی انہی میں سے اٹھنا ہے۔ مزے کی بات یہ بھی ہے کہ دنیا کے مالیاتی نظام پر اپنی گرفت کو یہودیوں نے کچھ بہت خفیہ بھی نہیں رکھا اور دنیا بھر کے کرنسی نوٹوں پر کسی نہ کسی طرح وہ ایسی علامات رکھوانے میں کامیاب ہوگئے ہیں جو صیہونیت کی مخصوص باطنی زبان کی گویا حروف تہجی ہیں۔ ہمارے قارئین یہ دیکھ کر دریائے حیرت میں غوطہ زن ہوجائیں گے کہ مسلمان ممالک کے کرنسی نوٹ بھی ان علامات سے خالی نہیں ہیں۔

اس تمہید کے ساتھ ہم اس شمارے میں دو ایسی تحریریں پیش کر رہے ہیں جو ہمارے اہل قلم کرم فرماؤں نے بڑی تحقیق اور عرق ریزی کے بعد اشاعت کے لئے ہمارے حوالے کی ہیں اور جنہیں غور سے پڑھے بغیر ان کی محنت کی داد دینا ممکن نہ ہوگا۔ نئی دنیا کا مالیاتی نظام اس جال کا تانا بانا بن رہا ہے جس میں تمام انسانوں اور بالخصوص مسلمانوں کو جکڑ کر بے بس کردیا جائے گا اور وہ اس حال کو پہنچ جائیں گے کہ کسی کا جو جی چاہے، ان سے منوالے۔ اس دجالی نظام کا سب سے بڑا ہتھیار کرنسی نوٹ ہے اور ان مضامین میں کاغذی کرنسی کے بارے میں بھی آپ کو وہ کچھ پڑھنے کو ملے گا جو اکثر لوگوں کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں ہوتا------ ادارہ

کیا آپ نے مختلف ممالک کے کرنسی نوٹوں، سکوں اور اہم عمارتوں کو غور سے دیکھا ہے؟ کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ ان میں موجود چند عجیب و غریب شکلوں اور علامتوں کی موجودگی کی کیا تک ہے؟ اگر آپ صاحب علم ہیں اور علامتوں کی زبان سمجھنے پر قادر ہیں تو شاید پھر بھی ان بظاہر مبہم لیکن بباطن انتہائی واضح علامتوں کو محض "COINCIDENCE" سمجھ کر نظرانداز کر دیا ہوگا۔ لیکن شاید یہی ان علامتوں کے پس پردہ عناصر کا وطیرہ ہے کہ ع "صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں"۔ ان پر یہ مصرع پوری طرح صادق آتا ہے۔

ایک ڈالر مالیت کا کرنسی نوٹ اٹھا کر دیکھیں۔ اس پر آپ کو ایک ہرم نظر آئے گا جس کے اوپر ایک آنکھ بنی ہوئی ہوگی اور اس کے نیچے نامانوس الفاظ میں ایک مختصر تحریر لکھی ہوگی۔ اپنا ایک روپیہ کا نوٹ اٹھا کر دیکھیں اس پر آپ کو بے شمار چھ کونوں والے ستارے نظر آئیں گے۔ دو روپے کے نوٹ پر تو ان ستاروں کی بھرمار ہے۔ یہاں تک کہ ان کے بیک گراؤنڈ میں بھی یہ ستارے بنے ہوئے ہیں۔ سو روپے کے نوٹ کی پشت پر چھ کونوں والا ستارہ نما ڈیزائن بنا ہوا ہے۔ ایک ہزار روپے کے نوٹ کو اندر کی طرف موڑ کر اور دونوں "ENDS" ملا کر دیکھیں، ایک معمہ گویا حل ہوتا

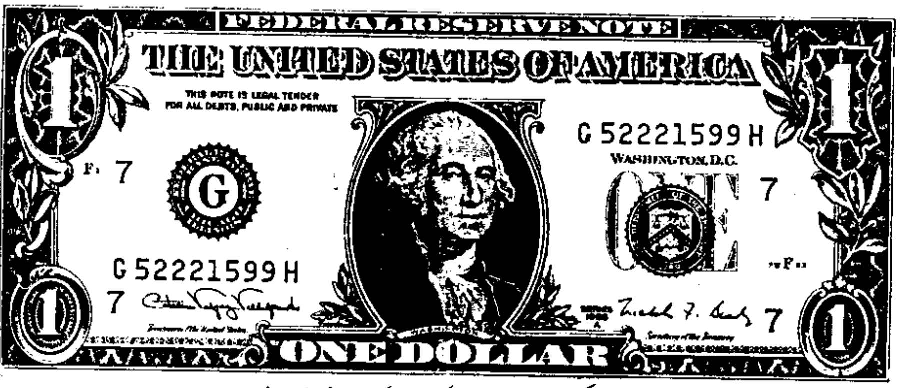

امریکن ڈالر پر سانپ کی جلد کے ڈیزائن کا حاشیہ

دجال کی ایک آنکھ

"نیا ساجی (سیکولر) نظام" کے الفاظ جن میں "اللہ کی حاکمیت" کی نفی کی گئی ہے

"کامیابی سے ہم کنار" کے الفاظ جو دعوئ تکبرو فرعونیت یعنی دجال کا نعرہ ہے

فرعونیت کی علامت "ہرم"

دور دجال کی پہچان کے لئے بائبل میں آگ کی اسی بھٹی کی علامت استعمال ہوئی ہے جو مخروطی شکل کی ہوتی ہے جبکہ آتش فشاں پہاڑ کی شکل بھی ایسی ہی ہوتی ہے

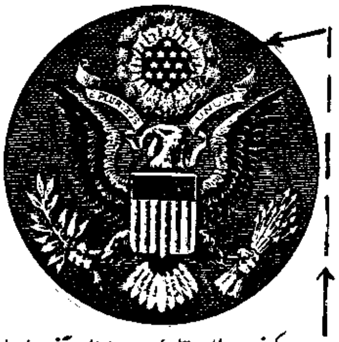

چھ کونوں والا ستارۂ یہود (سٹار آف ڈیوڈ) جو اسرائیل کے جھنڈے پر بنا ہوا ہے

ایک ہاتھ میں تیر اور دوسرے میں گندم کی بھلی، عالمی اقتدار اور اقتصادیات کو مٹھی میں جکڑ لینے کا اعلان

ہے یعنی وہی چھ کونوں کا ستارہ، آدھا ستارہ ایک طرف، آدھا دوسری طرف۔ اب سکوں کی طرف آیئے تو یہی صورت حال یہاں بھی نظر آئے گی۔ دس پیسے کی پشت پر پانچ کونوں کے بجائے چھ کونوں کا ستارہ۔ آخر یہ سب کچھ کیا ہے؟ کیا محض اتفاق! اگر محض اتفاق نہیں تو کیا ہے۔ کسی قسم کے "SYMBOLIMS" کسی نادیدہ طاقت کی طرف سے اپنے بے پناہ اثر کا اظہار، یا پھر مغرب والوں کے الفاظ میں "TYPICAL EASTERN PARONIA" یا مشرق کی روایتی تشکیک پسندی ہے؟۔

یہ تو تھی نوٹوں اور سکوں کی بات۔ اب عمارتوں کی طرف آیئے۔ کراچی کی ایک مشہور مارکیٹ کے میناروں پر بنا چھ کونوں کا ستارہ، ہرم اور ہرم کے اوپر آنکھ۔ علاوہ ازیں ملک کی اکثر بڑی عمارتوں میں ہرم، سیدھا تکون، الٹا تکون، چھ کونوں کا ستارہ جابجا موجود ہے۔ اور تو اور مسجدیں اور دیگر عبادت گاہیں تک اس سے مبرا نہیں۔ پشاور آکر مین مسجد درویش دیکھ لیں۔ عیسائیوں کا کوئی بھی گرجا ان نشانیوں کے لئے دیکھ لیں، کسی نہ کسی جگہ، مبہم یا غیر مبہم، بالواسطہ یا بلاواسطہ، واضح یا غیر واضح۔ کسی نہ کسی طور پر آپ کو یہ علامت بازی ضرور نظر آئے گی۔ آخر یہ سب کچھ کیا ہے؟ یقیناً یہ محض اتفاق نہیں، بلکہ ایک عظیم بلکہ بھیانک سازش کی علامتیں ہیں جو بے حد طاقت ور اور وحشیانہ جبلت سے لیس، پراسرار اور سازشوں کے اندھیروں میں چھپے انسانیت کے ازلی دشمنوں اور شیطان کی جماعت یعنی حزب شیطان کا طریقہ واردات ہے۔ ان علامتوں کے ذریعے اپنی طاقت کا، اپنے اثرو نفوذ کا اظہار مقصود ہوتا ہے--- انگریزی کے لفظ کے مطابق "INFILTRATION" کا بھرپور لیکن مبہم اظہار شیطان کے یہ چیلے ہی کرتے ہیں کوئی اور نہیں کرتا۔ بلکہ انسان اور انسانیت، خدا اور خدائیت، پیغمبر اور پیغمبریت اور خصوصاً اسلام اور مسلمانوں کے دشمن "صیہونی" ("ZIONISTS") ہیں۔ ان کا ہر فعل، ہر سوچ اور ہر سازش اللہ پرستوں یعنی حزب اللہ کے خلاف ہے۔ قرآن و حدیث کے مطابق ازل سے برسرپیکار یہ دونوں گروہ (مسلمان اور یہودی) بالآخر اب آخری معرکے کے ابتدائی راؤنڈ کے لئے میدان میں اتر چکے ہیں۔

یہ جنگ جس میں پہلی بار اس قوم کی طرف سے شرکت حضرت عیسیٰؑ کے دور سے شروع ہوئی تھی۔ کبھی سامری کی گاؤ سالہ پرستی، کبھی حضرت عیسیٰؑ کو مصلوب کرنے کی ناکام سازش، کبھی پیغمبروں کے قتل اور اللہ کے احکامات کی خلاف ورزی کی صورت میں سامنے آئی۔ یہاں تک کہ ہمیشہ کے لئے یہ قوم اللہ کی جناب میں معتوب ٹھہری، اور یوں شیطان کی جماعت میں مکمل طور پر شامل ہوگئی۔

اسلام کی آمد پر جب حضورؐ کی نبوت کا اعزاز اہل عرب اور قریش کو ملا تو گویا اپنے آپ کو "CHOSEN PEOPLE OF THE LORD" سمجھنے والی نام نہاد قوم کو گویا اپنا نیا دشمن اسلام کی صورت میں نظر آیا۔ مختلف روایتوں اور یہود کے مذہبی عقائد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت وہ مسیح کے انتظار میں تھے جو آکر انہیں اس ذلت

آمیز عذاب سے نکال دے جو یہود کی یروشلم سے محرومی اور مختلف علاقوں اور ممالک سے نکال دینے کی صورت میں ان پر مسلط تھا اور انہیں ایک بار پھر نشاۃ ثانیہ کے دور میں لے آئے۔ محمدؐ کی بعثت کا ظہور ایک غیر اسرائیلی قوم میں ہونا گویا ان کی آخری امیدوں اور خوابوں پر پانی پھر جانے کے مترادف تھا۔ چنانچہ شعوری طور پر یہ سمجھ لینے کے باوجود کہ حضورؐ سچے پیغمبر ہیں' انہوں نے اپنی روایتی ہٹ دھرمی اور پیغمبرؐ دشمنی کا مظاہرہ کیا اور ابتدائی دور ہی سے اسلام کی مخالفت شروع کر دی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضورؐ کی زوجہ محترمہ حضرت صفیہؓ جن کا تعلق قوم یہود سے تھا جو مدینہ اور خیبر میں آباد تھی' ایک مشہور روایت کے مطابق انہوں نے اپنے والد اور چچا کو یہ بات کہتے سنا کہ پیغمبرؐ تو بالکل مذہبی روایات کے مطابق سچے ہی ہیں لیکن ہمیں ان کی مخالفت ڈٹ کر کرنی ہے۔ مدینہ کے مسلمانوں میں کبھی مہاجر اور کبھی انصار کے نام پر پھوٹ ڈالنی ہے' رسول پاکؐ کی ذات پر کیچڑ اچھالنا ہو یا جنگ کی صورت میں کفار مکہ کا ساتھ دینا ہو' ان یہودیوں نے ہر ممکن حربہ استعمال کیا۔ یہاں تک کہ مدینہ سے انہیں نکال دیا گیا۔ پھر خیبر ان کی سازشوں کا مرکز بنا۔ شکست خوردہ یہودی انتقام کی آگ میں جلتے رہے اور اپنی درپردہ اور پوشیدہ سازشوں میں مشغول رہے۔ بالآخر جزیرہ نمائے عرب کو یہودیوں سے پاک کر دیا گیا۔

حضورؐ کے بعد یہودیوں کی سازشوں نے ایک بار پھر زور پکڑنا شروع کر دیا۔ اور ان کی سازشوں کا نشانہ اب خلافت راشدہ کا ادارہ تھا۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی شہادت انہی سازشوں کا شاخسانہ تھی۔ اور پھر عبداللہ بن سباء کی صورت میں حضرت علیؓ کی الوہیت کا اعلان اور مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کو آپس میں ٹکرا دینے کی سازش رنگ لائی جس میں دس ہزار مسلمان ایک دن میں شہید ہوئے۔ خلافت ملوکیت میں تبدیل ہو گئی تو ایسی ہی سازشوں نے مزید زور پکڑا۔ چنانچہ یہ وہ دور تھا جب خرافات اور مبالغہ سے پر یہودی روایات جڑ پکڑنے لگیں۔ دوسری طرف یونانی اور ایرانی فلاسفہ کے ذریعہ لوگوں کے ذہنوں میں شکوک و شبہات کے بیج بوئے گئے۔ خلق قرآن کا مسئلہ' شریعت کے بجائے طریقت اور مسئلہ وحدت الوجود کی شروعات اسی زمانے میں ہوئیں اور سب سے بڑھ کر ملوکیت کا ادارہ مضبوط تر بنایا گیا۔ دین اور سیاست میں ایک وسیع خلیج قائم کر دی گئی۔

اسی دور میں اہل بیت اور ان کے پیروکاروں پر کام کیا گیا۔ چنانچہ شیعیت میں جمہور سے انحراف اور غلو کا رجحان ہمیں امام جعفر صادقؒ کے بعد سے ملنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور پھر یہیں سے اسماعیلی (فاطمی' قرامطی) جیسے پراسرار فرقوں نے جنم لیا' جن کے ذریعے اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا گیا۔ مصر کے فاطمیوں نے مکہ معظمہ پر حملہ کر کے حجر اسود کو وہاں سے نکال لیا اور ستہ برس تک مسلمان حج کی سعادت حاصل نہ کر سکے ابن علقمی کے ذریعے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجائی گئی۔ حسن بن صباح اور حشیش کے ذریعے بہت ساری عظیم مسلمان ہستیوں کو شہید کروایا گیا۔ یہی فرقے اب بھی اسماعیلیوں' دروزیوں وغیرہ کے نام سے اپنی سازشوں میں مصروف عمل ہیں۔

یہود اس دوران یورپ میں اپنے قدم جمانے میں مصروف رہے۔ صلیبی جنگوں کے پیچھے ان کا پس پردہ کردار ہو یا عیسائیوں میں مسلمانوں کے خلاف "WAR HYSTERIA" پیدا کرنے کا

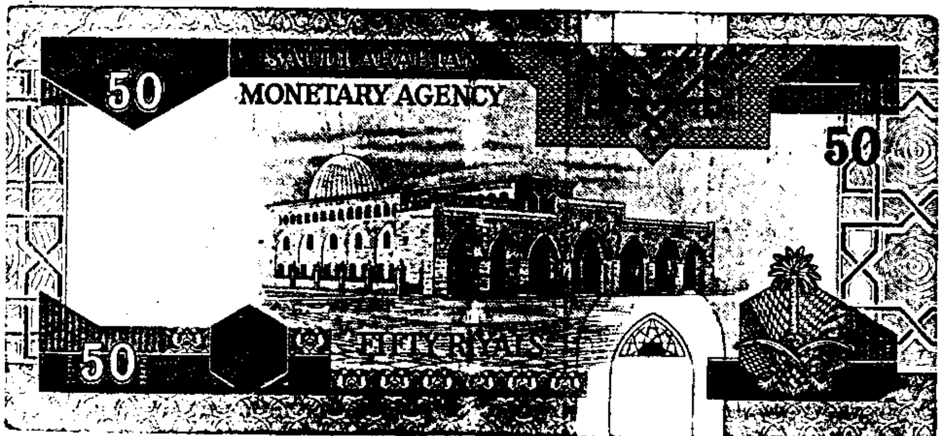

سعودی ریال پر چھ اور آٹھ کونوں والی علامات

بحرین کا دینار' کونوں کو ملانے سے ستارہ یہود مکمل ہو جاتا ہے۔

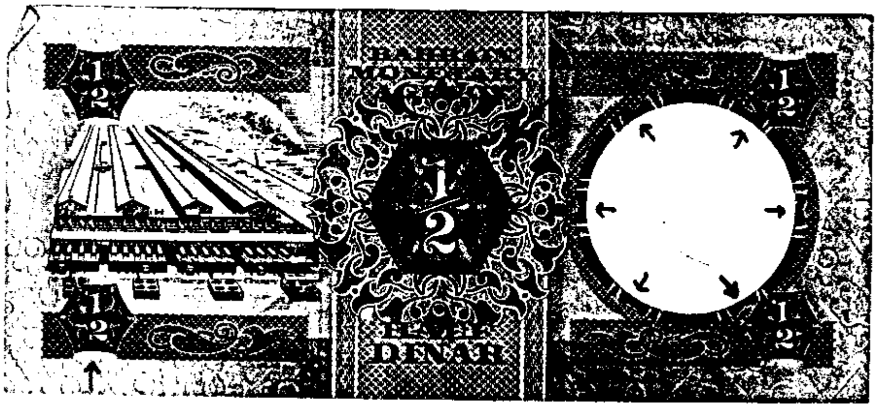

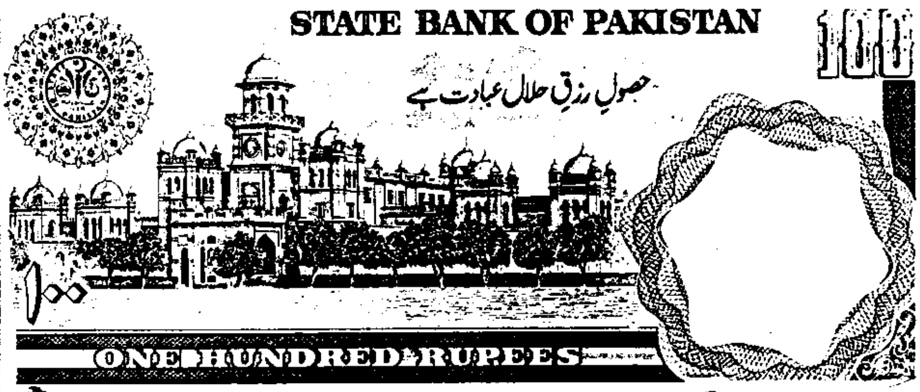

چھ کونے والی علامت کے حاشئے کی سانپ کی جلد سے مشابہت

کام، یہودی اقلیت میں ہونے کے باوجود مختلف ممالک میں اپنے POWER BASES قائم کرتے رہے۔ چنانچہ عیسائیت بھی ان سے محفوظ نہ رہ سکی۔ ابتدائی دور کی عیسائیت یعنی حضرت عیسیٰؑ کی سچی ہدایت مبین میں باطل کی آمیزش کر کے اسے یہودیت کا جدید ایڈیشن بنایا گیا۔ یورپ کی نشاۃ ثانیہ کا دور جس میں مذہب اور خصوصاً عیسائیت کے متعلق شکوک و شبہات کی ایک فضا قائم کر دی گئی ہے، مذہب کے خلاف جذبات ابھرتے چلے گئے۔ عیسائی خدا سے دور اور الحاد کے نزدیک تر جانے لگے، یہاں تک کہ مغرب سے حکومتی سطح پر مکمل طور پر دین کا دیس نکالا ہو گیا۔ رہی سہی کسر ڈارون، ہیگل، کارل مارکس اور فرائیڈ کے ذریعے پوری کر دی گئی جو یا تو یہودی تھے یا پھر یہودی النسل۔ تاہم حیرت انگیز طور پر یہودیت ایک مذہب کے طور پر قائم رہی۔ اس دور میں باقاعدہ سائنسی بنیادوں پر یہودیوں نے منظم طور پر اپنا کام شروع کیا۔ چنانچہ فری میسن "FREE MASON" جیسی پراسرار اور زیر زمین تنظیموں نے جنم لیا جن کا کام مختلف ممالک اور مذاہب کے چیدہ افراد کو اپنا آلہ کار بنا کر اس سے اپنے بھیانک منصوبوں کی تکمیل کا کام لینا مقصود تھا اور "عظیم تر اسرائیل" کا قیام اور یہودیوں کی نشاۃ ثانیہ کے دور کو دوبارہ لے آنا ہی ان کا سب سے بڑا منصوبہ ہے۔

تاریخ دان عام طور پر دنیا کے واقعات کو دو تناظر سے دیکھتے ہیں۔ واقعاتی (INCIDENTAL) نقطہ نظر سے یعنی جو کچھ ہو رہا ہے وہ ایک واقعاتی تسلسل کا نتیجہ ہے۔ ایک واقعہ دوسرے کو جنم دیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ دوسرا مکتبہ فکر سازشی "CONSPIRATIONAL" عنصر پر زور دیتا ہے۔ یعنی ان تمام واقعات میں چند خاص افراد، عناصر اور شخصیتوں کا کردار ہے۔ تاریخ کو اگر ہم بنظر غائر دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ دونوں تصورات باہم مربوط ہیں۔ لیکن اس کا آغاز ہمیشہ چند عناصر کے گٹھ جوڑ اور منصوبہ سازی کا نتیجہ ہی ہوتا ہے جس سے واقعات کا ایک "CHAIN REACTION" جنم لیتا ہے۔ یہود نے اپنے علاوہ کسی دوسرے کی خیر نہ چاہی۔ چنانچہ ماضی قریب میں ہم نے دیکھا کہ جب سلطنت برطانیہ اور جرمنی بڑی طاقتوں کا روپ دھارنے لگے تو یہودیوں نے امریکہ کو اپنا مرکز مان کر ان دونوں کو ختم کرنے کی ٹھانی۔ جارج واشنگٹن ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا پہلا صدر "فری میسن" (FREE MASON) تنظیم کا سرگرم رکن بھی تھا اور نئی دنیا میں یہودیوں کا پہلا آلہ کار بھی۔ دوسری جانب آسٹریا کے ولی عہد کے قتل کے بعد پہلی عالمگیر جنگ کے ذریعے جرمنی اور برطانیہ کو ایک دوسرے سے لڑا دیا گیا۔ اسی دوران روس میں کیمونسٹ انقلاب برپا ہوا جس کے ہراول دستے کی حیثیت سے یہودی پیش پیش تھے۔ جنگ عظیم اول کے بعد جرمنوں نے اس سازشی عنصر کو صحیح طور پر پہچانا اور نتیجتاً" ایکو بار سامیت دشمنی "ANTISEMITISM" کی لہر ایک بار پھر نمودار ہوئی جس کا روح رواں ایڈولف ہٹلر تھا۔ دوسری جانب برطانیہ نے یہودیوں کو تعاون کے صلے میں بالفور اعلان (BALFORE DECLARATION) کے ذریعے ارض فلسطین میں دخیل ہونے کی اجازت دے دی۔ اب ایک طرف تو ہٹلر یہودیوں کا قتل عام کر رہا تھا تو دوسری جانب اپنے اوپر ہونے والے مظالم کا واویلا مچانے والے یہودی اب "صیہونی" بن چکے تھے، جو "ہگانہ" جیسی دہشت پسند تنظیموں کے ذریعے فلسطینیوں کا قتل عام کر رہے تھے۔ اس صیہونی جال کا دائرہ کار بڑھتا جا رہا تھا اور اب ایک اور عالمگیر جنگ کی ضرورت تھی جس کے ذریعے دشمن (HOSTILE) جرمنی کو تباہ کرنا مقصود تھا۔ چنانچہ ماضی کے صدام یعنی ہٹلر نے "ADVENTURISM" کی راہ اپنائی۔ ہمیشہ کی طرح اب بھی زرخیز یہودی ذہن کارفرما تھا۔ امریکہ کو اول نصف تک جنگ سے باہر رکھا گیا کیونکہ برطانیہ کو بھی گرانا مقصود تھا۔ دوسری طرف ہٹلر کو روس پر چڑھائی کی پٹی پڑھائی گئی جو تباہ کن ثابت ہوئی۔ امریکہ بہادر کا ضمیر جو اب تک سو رہا تھا پرل ہاربر کے واقعے کے بعد جاگ پڑا اور آخری نصف میں شرکت کے ذریعے امریکہ دنیا کے نصف حصے پر اور کیمونسٹ روس دوسرے نصف پر بالواسطہ اور بلاواسطہ طور پر قابض ہو گیا۔

دوسری عالمگیر جنگ کے خاتمے کے بعد اسرائیل کا وجود عمل میں لایا گیا۔ اس نوزائیدہ ریاست کو تسلیم کرنے میں روس پیش پیش تھا۔ یہودیوں کے خواب کا حصہ اول پورا ہو گیا تھا۔ مقدس سرزمین ایک بار پھر ان کی سازشوں کی آماجگاہ بن گئی تھی۔ اب ان کے کھل کھیلنے کا دور آ پہنچا تھا، اب اسرائیل کو پھیلنا تھا تاکہ دنیا بھر کے یہودیوں کو اس مصنوعی ریاست میں جمع کیا جا سکے۔ گریٹر اسرائیل کی سرحدیں نیل سے فرات تک وسیع کرنے کا منصوبہ ان کے پیش نظر تھا۔ عرب دنیا میں اسلامی تحریک بھی سر اٹھا چکی تھی۔ عرب قوم پرستوں کے رہنما زیادہ تر عیسائی یا دین سے برگشتہ نام نہاد مسلمان تھے جنہوں نے عربوں کو قوم پرستی اور سوشلزم کے نئے نعرے دیئے۔ ان کا رشتہ اسلام سے توڑ ڈالنے کا کام زور و شور سے جاری تھا۔ ان نام نہاد قوم پرست سوشلسٹوں نے باوجود اکثریت میں ہونے کے مٹھی بھر اسرائیلیوں سے بار بار شکست کھائی۔ لیکن "اخوانی" لوہے کے چنے ثابت ہوئے۔ چنانچہ نام نہاد فوجی انقلابیوں نے سوشلزم کا سہارا لے کر ان مخلص اور وفا کے پیکر مسلمانوں کی بیخ کنی شروع کر دی۔ مصر ہو یا شام، اردن ہو یا عراق، غرضیکہ ہر عرب ملک میں "اخوان" عتاب کا نشانہ بنے۔ صیہونی عزائم کے راستے کا پتھر خود اپنوں ہی کے ہاتھوں دار و رسن کا شکار ہوا۔ ۱۹۶۷ء کی چھ روزہ جنگ میں چھوٹی سی اسرائیلی ریاست نے عرب قوم پرستوں کے غبارے سے ہوا نکال دی۔ بیت المقدس مسلمانوں

پاکستانی کرنسی پر چھ کونے والی علامات

نوٹ کو موڑ کر کناروں کو ملانے سے ستارہ یہود مکمل ہو جاتا ہے۔

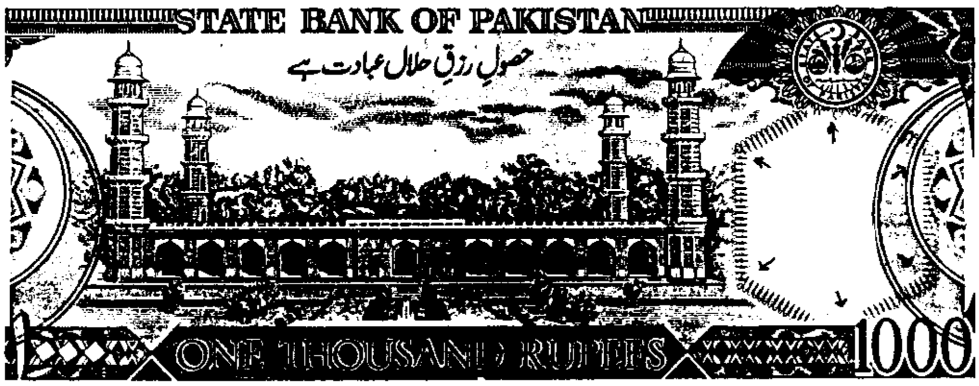

نصف ستارہ یہود

کے ہاتھوں سے جاتا رہا۔ سالوں کی تیاری کو دنوں میں تہس نہس کر دیا گیا اور یوں اسرائیل کی سرحدیں پہلے سے وسیع ہو گئیں۔

صیہونی ریاست کا قیام اور پاکستان کی تخلیق محض ایک سال کے فرق سے عمل پذیر ہوئیں۔ گویا یہ ایک قدرتی نظام تھا جو ع "ہر فرعونے را موسیٰ" کے مصداق صیہونی فرعونوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے پاکستان کی تشکیل کر دی۔ روز اول ہی سے صیہونیوں کی نظر میں مذہب کی بنیادوں پر قائم ہونے والی مملکت کھٹکنے لگی۔ چنانچہ اب یہود نے ہنود کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ مسلمانوں کے ازلی دشمن اب یکجا ہو چلے تھے۔ پاکستان کے وجود کے خلاف سازشیں اول دن سے ہی شروع ہو گئیں اور ان سب کے پیچھے صیہونی ذہن پوری طرح کارفرما تھا۔ بھارت غیر جانبدار تحریک اور صدر ناصر کا دوست ہونے کے باوجود درپردہ تل ابیب سے دوستی گانٹھے ہوئے تھا۔ مشرقی پاکستان میں منظم انداز سے کام لیا گیا۔ بلوچستان' سندھ اور صوبہ سرحد میں علیحدگی پسندوں کو سامنے لایا گیا۔ ملک میں مذہبی فرقہ واریت کو ہوا دی جانے لگی۔ مخلص افراد اور تحریک اسلامی کو بے پناہ پراپیگنڈہ اور عمل اور ردعمل کے دائرہ خبیثہ "VICIOUS CIRCLE" میں پھنسا دیا گیا۔

میڈیا اور مالیاتی نظام کے ذریعے بھرپور یلغار کی گئی جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ سقوط ڈھاکہ کو نظریہ پاکستان کا اختتام قرار دیا گیا۔

۱۹۷۳ء کی جنگ رمضان میں عربوں نے اسرائیل کے ناقابل تسخیر ہونے کا طلسم پاش پاش کر دیا۔ اس جنگ میں پہلی بار پاکستان نے بھی بالواسطہ طور پر حصہ لیا۔ بھٹو مرحوم کی مہم جو فطرت کی وجہ سے پہلی بار پاکستانی ہواباز اور طیارے اس جنگ میں استعمال ہوئے۔ یہ خطرے کی پہلی گھنٹی تھی جبکہ دوسری گھنٹی اس وقت بجی جب بھارت کے ایٹمی دھماکہ کے جواب میں پاکستان بھی اس میدان میں کود پڑا۔ اب ایک نئی صورت حال بنتی نظر آ رہی تھی۔ شاہ فیصل مرحوم کے تیل کے ہتھیار کے استعمال نے اب انہیں عرب دنیا اور بقیہ مسلمانوں کا غیر متنازعہ (UNDISPUTED) رہنما بنا دیا تھا۔ دوسری طرف بھٹو مرحوم تیزی سے تیسری دنیا میں نمایاں پوزیشن حاصل کر رہا تھا۔ صیہونی یہ صورت حال کب برداشت کر سکتے تھے۔ چنانچہ پہلے شاہ فیصل کو راستے سے ہٹایا گیا اور پھر بھٹو مرحوم کا نمبر آیا۔ یہاں پر یہ بات کہنی لازم ہے کہ بھٹو مرحوم کے زوال اور موت میں خود ان کی بے تدبیریوں' جبرو استبداد اور مخصوص فیوڈل ذہنیت کا بڑا عمل دخل تھا لیکن اس کے اس انجام میں صیہونیوں کا ہاتھ نظرانداز کرنا حقیقت پسندی سے گریز ہی ہو سکتا ہے۔ پہلے ہی بتایا جا چکا ہے کہ صیہونی کبھی بھی کھل کر حملہ نہیں کرتے بلکہ دائیں' بائیں' آگے' پیچھے' ہر طرف سے مختلف لبادوں میں ملبوس ہو کر اپنے شکار پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ انتہائی پرفریب طریقے اور چالوں سے فوج' جمہوری اداروں' سیاستدانوں اور حتیٰ کہ دینی جماعتوں تک کو استعمال کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ اس سلسلے میں ماضی قریب کی مثال پیش کی جا سکتی ہے۔ جب انقلاب ایران کے بعد پرجوش انقلابیوں نے امریکی بنکوں میں موجود ایرانی سرمایہ جو اربوں ڈالر تھا' نکالنے کا فیصلہ کیا' واضح رہے بنکاری کا نظام عالمی صیہونیت ہی کے زیر اہتمام چل رہا ہے لہٰذا ایک بار پھر شطرنج کے مہروں کی طرح چند افراد کو آگے بڑھایا گیا۔ امریکی سفارت خانے پر جذبات سے بھرے ہوئے نوجوان انقلابی حملہ آور ہوئے۔ نتیجتاً" امریکی حکومت نے تمام بنکوں میں ایرانی اثاثے منجمد کر دیئے۔ یہ بنک جو ایرانی اثاثوں کے نکل جانے کے بعد دیوالیہ ہو جاتے' نوجوانوں کے مشتعل جذبات کو "EXPLOIT" کر کے اپنی بقا کی جنگ جیت گئے۔ یہ ہے صیہونیوں کا طریقہ واردات۔

کیمونسٹ ملک چین کی کرنسی کے درمیان میں چھ اور سیریل نمبر کے اوپر آٹھ کونوں والی علامت

شاہ فیصل شہید اور بھٹو مرحوم کے بعد صدر سادات نے بھانپ لیا کہ وہ صیہونی عزائم کا مقابلہ نہ کر پائیں گے اور ان کا انجام بھی ایسا ہی ہوگا۔ لہٰذا انہوں نے اپنے تحفظ کی خاطر ملکی وقار اور مسلمانوں کے مفادات کو داؤ پر لگا کر اسرائیل سے معاہدہ امن کر لیا۔ دوسرے الفاظ میں ایک اور ہدف "NEUTRALISE" کر دیا گیا۔ صدر سادات کو اس "جفا" کی قیمت اپنی جان دے کر ادا کرنی پڑی۔ اسرائیل مخالف کیمپ میں بھرپور شگاف پڑ چکا تھا۔ لبنان سے فلسطینی نکالے گئے۔ ادھر ایران کے انقلاب سے نپٹنے کے لئے عراق کو تھپکی دی گئی۔ صدام حسین عربوں کی سربراہی کے جنون اور "ناصر" بننے کے شوق میں ایران پر چڑھ دوڑا۔ روایتی عرب خود پسندی اور انا پرستی نے اس کے شعور کی آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ باوجود ہر ممکن کوشش کے پاکستان کو اس تنازعے میں گھسیٹا نہ جا سکا۔ ضیاء مرحوم سعودی عرب کی دوستی میں اس حد تک جانے کے لئے تیار نہ تھے۔ پھر بھارت کو تیار کیا گیا۔ پہلے مرار جی ڈیسائی کی امن پسندی آڑے آئی اور پھر ضیاء مرحوم کی جارحانہ ڈپلومیسی۔ مرحوم صدر اب خطرہ بنتے جا رہے تھے

پاکستان کے اخبارات میں شائع ہونے والے ایک غیرملکی بینک کے اشتہار میں بچھڑے کی تصویر --- یہ بینک پاکستان میں سودی کریڈٹ کارڈ متعارف کروا جا رہا ہے۔

کیونکہ اب امریکی مقاصد کے ساتھ ساتھ وہ اپنے مقاصد بھی آگے بڑھا رہے تھے۔ اب امریکہ بہادر کو کمیونزم کا خطرہ کم ہوتا نظر آ رہا تھا۔ ضیاء الحق اپنی افادیت کھو چکے تھے۔ وہ اسلام کے احیاء کے لئے اپنا سا کام کر رہے تھے۔ بقول مغرب کے ان کا بنیاد پرستانہ رویہ اب ناقابل برداشت ہو چلا تھا' چنانچہ اپنوں ہی کے ذریعے ان کو ساتھیوں سمیت منظر سے ہٹا دیا گیا۔

خلیج کی جنگ میں ایران ابتدائی ہزیمتوں کے بعد عراقی علاقوں میں داخل ہوگیا تھا۔ اب امریکہ آڑے آیا۔ ایران نے خطرے کو بھانپتے ہوئے جنگ بندی کا اعلان کر دیا۔ صیہونیوں کا پلان ایک لحاظ سے بیک فائر ہوا کہ عراق اس جنگ کے نتیجے میں بھرپور فوجی طاقت بن کر ابھرا۔ ایک بار پھر شطرنج کے مہروں کو جنبش دی گئی۔ کویت اور سعودی عرب نے ایک طرف تیل کی پیداوار بڑھا دی جس سے عالمی مارکیٹ میں تیل کی قیمتیں گر گئیں اور دوسری طرف عراق سے بمعہ سود قرضوں کی وصولی کا مطالبہ ہونے لگا۔ رہی سہی کسر عراق کویت سرحد پر تیل کے ایک کنوئیں سے کویتی سرقے اور کویتی ولی عہد کے خودسر اور غیر مصالحانہ رویے نے پوری کر دی۔ ادھر عراق کو یقین دلایا گیا کہ عربوں کے باہمی جھگڑے میں امریکہ غیر جانبدار رہے گا۔ اور دوسری طرف درپردہ کویت کو مکمل حمایت کا اطمینان دلایا گیا۔ صدام ایک بار پھر اس جال میں پھنس چکا تھا۔ ۲ر اگست کے عراقی حملے کے ایک ہفتہ بعد تک سعودی عرب کا رویہ مصالحت پسندانہ تھا' لیکن ۸ر اگست کو امریکہ نے کہا کہ ہم آ رہے ہیں اور چارو ناچار سعودی حکومت کو بن بلائے مہمانوں کا سواگت کرنا پڑا۔ صدام نے اب اپنے آپ کو "BETRAYED" محسوس کر لیا۔ لیکن ایک بار پھر خودسری آڑے آئی۔ غلط اطلاعات اور خوش گمانیوں نے صدام کو پیچھے ہٹنے نہ دیا۔ ادھر مغربی میڈیا نے صدام کی فوجی طاقت کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا اور پھر جو کچھ ہوا وہ ہم سب کے سامنے ہے۔ عراق کا فوجی' اقتصادی "INFRASTRUCTURE" تک تباہ

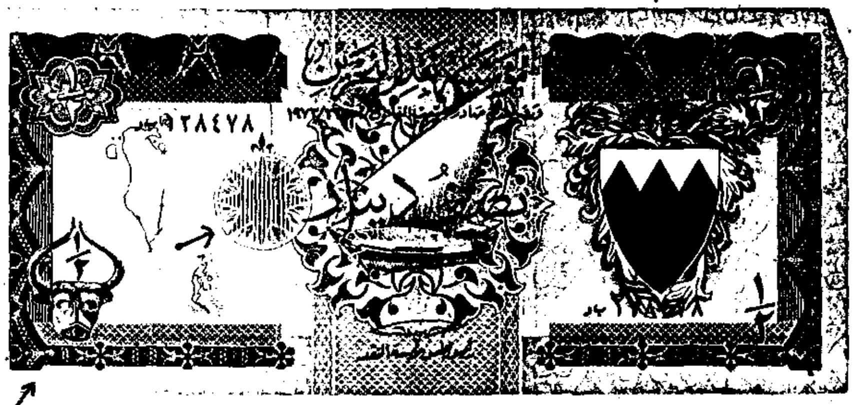

دینار پر سامری کی گائے' یہود نے موسیٰ کی عدم موجودگی میں اس سونے کے بچھڑے کی پرستش شروع کردی تھی۔

کر دیا گیا۔ مشرق وسطیٰ میں آخری بڑے خطرے کو بھی انتہائی چال بازی سے ختم کر دیا گیا۔ عظیم تر اسرائیل کے راستے میں اب کوئی رکاوٹ موجود نہیں ہے۔

نئے عالمی نظام "NEW WORLD ORDER" کے خدوخال اب واضح ہونے لگے ہیں۔ یہ نیا عالمی نظام یک طاقتی "UNIPOLAR" نظام تھا۔ قرآن کے الفاظ میں باطل اب ملت واحدہ کی صورت میں یکجا اور متحد ہو کر سامنے آ رہا ہے۔ دجال کی اکلوتی آنکھ مادیت پر قائم اپنے یک رخی نظام کا قیام اب چند سالوں کے اندر اندر دیکھ سکتی ہے۔ اور اب دجال جو دراصل نام ہے دنیا کو صرف مادیت کی آنکھ سے دیکھنے کا' اس نظام کو قائم کرنے کے ہتھکنڈوں کا اور بالاخر اس شخصیت کا جس کے خاتمے کے لئے حضرت عیسیٰؑ کا نزول ہوگا کی آمد کا وقت بہت ہی قریب آ چکا ہے۔ یہودی تمام دنیا سے اپنی محبوب سرزمین میں جمع ہو رہے ہیں۔ احادیث میں کی گئی پیشین گوئیاں ایک ایک کر کے پوری ہو رہی ہیں۔ آخری جنگ کے پہلے راؤنڈ کا اختتام اب دجال کے منصہ شہود پر آنے سے کھل کر سامنے آنے پر ہی ہوگا۔

--- ○○○ ---

یہ سب کچھ کیونکر ممکن ہوسکا' اس معمے کا سرا کہاں ہے؟ اور اس اسرار خانے کی شاہ کلید "MASTER KEY" کیا ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جنہوں نے ہمیشہ اذہان کو بے چین کئے رکھا۔ ہمارا ایک اخوانی ساتھی جو اردن سے تعلق رکھتا تھا' سابق فوجی افسر تھا اور بالاخر اسرائیل اردن سرحد پر ناقابل یقین شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے شہید ہوگیا' دو سال تک اس معمے تک پہنچنے میں سر کھپاتا رہا۔ لاتعداد چھوٹے چھوٹے سراغ "CLUES" ملتے گئے لیکن شاہ کلید اب بھی نہ مل سکی۔ بالاخر تنگ آکر اور یہ کہتے ہوئے کہ پہلے بھی حل جہاد تھا اور اب بھی واحد حل جہاد ہی ہے' بے مثال انفرادی شجاعت اور دلیری کی عظیم داستان رقم کر کے جام شہادت نوش کرگیا۔

لیکن اللہ تعالیٰ اس کی راہ میں کوشش کرنے والوں کو راستہ ضرور دکھاتا ہے۔ اور یہ راستہ اور سراغ دنیا پر درپردہ حکومت کرنے والی صیہونی طاقت کے "SYMBOLISM" ہی سے ملا۔ کرنسی

ازل سے برسرپیکار یہ دونوں گروہ' مسلمان اور یہودی' بالآخر اب آخری معرکے کے لئے میدان میں اتر چکے ہیں۔

نوٹوں' سکوں اور عمارتوں وغیرہ پر مخصوص نشانات اور علامات کا تسلسل سے ظہور پذیر ہونا محض ایک اتفاق COINCIDENCE نہ تھا۔ امریکی ڈالر پر ھرم اور اس کے اوپر بنی ہوئی آنکھ اور نیچے لکھی ہوئی نامانوس عبارت کی طرف آیئے۔ ھرم اور اس پر بنی آنکھ فری میسن (FREE MASON) تحریک کا "SYMBOL" ہے۔

"ANNUIT COEPTIS" کے معنی CROWNED WITH SUCCESS یا دوسرے الفاظ میں کامیابی سے ہمکنار ہونا اور مزید "EXPLICITLY" ہماری سازش نے کامیابی کا تاج پہن لیا ہے۔ "MDCCLXXVI" یکم مئی ۱۷۷۶ء کی تاریخ ظاہر کرتی ہے جو آرڈر آف الیومینیٹائی (ORDER OF ILLUMINATI) کے قیام کا دن ظاہر کرتی ہے جو ۱۷۷۶ء امریکہ کی آزادی کا سال بھی ہے۔ تاہم اعلان آزادی ۴ جولائی ۱۷۷۶ء کو ہوا۔ اب بھی امریکی اس لاطینی نمبر کو ۴ جولائی ۱۷۷۶ء ہی سمجھتے ہیں۔

"NOVUS ORDO SECLORUM" کے معنی "نیا معاشرتی نظام" ہے' یعنی سازش کی اصلیت اور مقصد۔ نئے عالمی نظام یعنی "NEW WORLD ORDER" کے ساتھ مماثلت معنی خیز ہے۔ پھر اسی نوٹ پر بنے ہوئے سانپ کی جلد کا ڈیزائن ملاحظہ کیجئے۔ سانپ (SNAKE) فری میسن اور صیہونیوں کا مخصوص نشان ہے اور متعدد دوسرے نوٹوں پر بھی موجود ہے۔ "SNAKE" شیطان کو ظاہر "REPRESENT" کرتا ہے اور فری میسن کے عیسائی ارکان ایسا لاکٹ پہنتے ہیں جس پر صلیب کے اوپر سانپ لپٹا ہوا ہوتا ہے۔ جو مذہب دشمنی (عیسائیت دشمنی) کی علامت ہے۔ نئے یورپی مالی یونٹ (E.M.U) کا نام بھی "SNAKE" ہی ہے۔

اب اپنے ملک میں رائج نوٹوں کی طرف آیئے۔ چھ کونوں والے ستارے جو ایک روپے اور دو روپوں کے نوٹوں پر بڑی تعداد میں موجود ہیں' ستارہ داؤدی "STAR OF DAVID" کو "REPRESENT" کرتے ہیں جو یہودیت اور صیہونیت کی علامت ہیں۔ اسرائیل کے جھنڈے پر بھی یہی چھ کونوں والا ستارہ بنا ہوا ہے جو دراصل دو تکونوں سے مل کر بنا ہے۔ سیدھا تکون مادیت کو اور الٹا تکون روحانیت (یہودیوں کی خود ساختہ روحانیت) کو ظاہر کرتا ہے اور دونوں کے ملنے سے یہ مخصوص ستارہ بنتا ہے۔ پھر سو روپے کے نوٹ کی پشت پر بھی چھ کونوں کا ڈیزائن دیکھا جا سکتا ہے۔ ہزار روپے کا نوٹ لیں' دونوں سروں کو اندر کی جانب ملائیں تو آپ حیران ہو جائیں گے کہ دونوں سروں کے ملنے سے چھ کونوں کا ستارہ مکمل ہو جاتا ہے۔ کیا یہ بھی محض اتفاق ہے۔ پھر دس پیسے کا سکہ دیکھیں' آپ کو چھ کونوں کا ستارہ بنا نظر آئے گا۔ اپنی عمارتوں کو دیکھیں ہر جگہ آپ کو یہ ھرم' تکون اور ستارے بنے نظر آئیں گے۔ حتیٰ کہ عبادت گاہیں اور مساجد تک ان سے محفوظ نہیں۔

کیا یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد اس بھیانک سازش کی ہر جگہ "INFILTRATION" یا نفوذ کا کسی حد تک اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ شاہ کلید کا سراغ ملنا اب اتنا مشکل نہیں رہتا۔ اس کا قفل ہے بنکاری و مالیاتی نظام اور اس کی شاہ کلید ہے "سود"۔ ○○

مندرجہ ذیل شکل سے ان تمام ٹکڑوں کا جمع ہو کر حل ہو جانا بالکل آسان ہو جاتا ہے۔

اس شکل سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ سے بغاوت یعنی "سود" پر مبنی اس مالیاتی و اقتصادی نظام کے ذریعے انسانیت کا بدترین استحصال کیا جا رہا ہے اور ہر ذریعے سے دنیا کا کنٹرول سنبھال لیا گیا ہے۔ اس کے لئے رشوت' اقتصادی سازشوں' سیاسی قتلوں ("ASSASSINATIONS") جنگوں اور دیگر بہت سی پراسرار چالوں سے "ULTIMATE" ہدف کی طرف پیش قدمی جاری ہے' یعنی دجال کی حکومت عالی کا قیام۔ ○○

دجال اور فتنہ دجالیت

"عظیم تر اسرائیل" میں مسیح الدجال کے لئے سٹیج تیار کی جا رہی ہے

محمد راشد حفیظ

جیسا کہ ہم جانتے ہیں حضرت عیسیٰ کی بعثت سے پہلے ہی یہود کا یہ عقیدہ بن چکا تھا کہ وہی یعنی بنی اسرائیل ہی خدا کی افضل ترین مخلوق ہیں اور ان کے علاوہ انسان سمیت دیگر تمام جاندار حیوانات ہیں جو ان کی غلامی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں' لہٰذا ان حیوانات پر حکومت و اختیار بنی اسرائیل کا حق ہے۔ یہی وہ عقیدہ تھا جس کی بنیاد پر انہوں نے آنحضرتؐ کی رسالت سے بھی انکار کیا کیونکہ وہ کسی ایسی شخصیت کو نبی ماننے کے لئے تیار نہیں تھے جو بنی اسرائیل میں سے نہ ہو۔

اس عقیدے کا شاخسانہ عظیم تر اسرائیل کے نام سے عالمی سپر گورنمنٹ کا وہ منصوبہ ہے جو اس صدی کے آغاز میں بتدریج متشکل ہونا شروع ہوا۔

اس صدی کی غالباً چوتھی دہائی میں شائع ہونے والی ایک منحرف یہودی کی کتاب "پروٹوکولز" میں اس منصوبے کے بنیادی ٹارگٹ کو اجاگر کیا گیا تھا۔ اس کتاب کے سنسنی خیز انکشافات پر پردہ ڈالنے کے لئے اسی نام سے بہت سی کتابیں بعد میں شائع کی گئیں۔ چنانچہ آج وہ اصل تحریر تقریباً ناقابل حصول ہو چکی ہے۔

کسی بھی اختیار و تسلط کی اساس اقتصادیات ہوتی ہے۔ یہی وہ نکتہ تھا جس کو یہود نے اپنے منصوبے کا محور بنایا۔ عالمی اقتصادیات کا بہاؤ اپنی جانب منتقل کرنا اس کا پہلا جزو تھا۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے بالترتیب اقدامات ہوئے۔ سب سے پہلے حقیقی کرنسی یعنی دھات کے سکوں کو کاغذی کرنسی میں منتقل کیا گیا جو محض ایک رسید سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی تھی۔ ۱۹۴۴ء میں دولت کے بہاؤ کا مرکز متعین کرنے کے لئے آئی ایم ایف کا قیام عمل میں آیا جس کو منصوبے کے دوسرے مہرے' یعنی اقوام متحدہ میں نمائندگی کے ساتھ منسلک کیا گیا اور ڈالر (امریکی) کو بنیادی کرنسی کی حیثیت دی گئی۔ یاد رہے کہ ڈالر کو جاری کرنے والے ادارے یعنی فیڈرل ریزرو بینک آف امریکہ کی نصف سے زائد ملکیت یہود کے پاس ہے چنانچہ عملاً وہی بااختیار ہیں اور بینک کے بنیادی خدوخال اور پالیسی کے حوالے سے حکومت امریکہ کے نامزد کردہ گورنر کی حیثیت درحقیقت "ربڑ سٹمپ" سے زیادہ نہیں ہوتی۔ دوسری طرف ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف میں بااختیار افراد کے تعین کے لئے ووٹ کا حق جمہوری اصول یعنی ممبران کی تعداد پر نہیں بلکہ ڈیپازٹ کی مقدار پر رکھا گیا ہے اور یوں ان دونوں اداروں پر اختیار کا حق بھی یہود کے نام گویا مستقل طور پر محفوظ ہے۔ یوں یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ بنیادی کرنسی یعنی ڈالر درحقیقت یہود کی لگائی ہوئی وہ گرہ ہے جس میں دنیا کی تمام اقتصادیات جکڑی ہوئی ہیں۔

ہمارے بڑے بوڑھوں کو یاد ہو گا کہ جب کاغذی کرنسی کی ابتدا ہوئی تھی تو علمی حلقوں میں یہ بحث زیر گفتگو آئی تھی کہ اس کرنسی پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے یا نہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کرنسی کی مالیت کے ضمن میں شکوک موجود تھے۔ تب انسان کے ذہن کو مطمئن کرنے کے لئے ڈالر کے پیچھے سونے کی ایک خاص مقدار کی ضمانت رکھی گئی اور باقی کرنسیوں کو ڈالر کے ساتھ منسلک کیا گیا مگر اس نسل کا خاتمہ ہوتے ہی یعنی ۱۹۷۱ء میں ڈالر کو آزاد کر دیا گیا کیونکہ اس دور کا انسان اس کرنسی کا خوگر ہو چکا تھا اور اس میں اس پہلو پر سوچنے کی قوت معدوم ہو چکی تھی۔ تب بتدریج دیگر کرنسیوں کو بھی ڈالر سے علیحدہ کر دیا گیا۔

آج آئی ایم ایف کے چارٹر میں یہ امر بنیادی اصول کی حیثیت رکھتا ہے کہ کوئی ممبر ملک اپنی کرنسی کی مالیت متعین یا منجمد نہیں کر سکتا۔ یہی وہ اصول ہے جو سود کا محافظ ہے۔ اگر کسی ملک کی کرنسی کی مالیت کو سونے کی ایک خاص مقدار کے ساتھ اس طرح منسلک کر دیا جائے کہ حکومت جب چاہے اس کی مالیت میں کمی بیشی نہ کر سکے اور کرنسی کی ہر اکائی کے بدلے میں سونے کی متعینہ مقدار حاصل کرنے کی پابند ہو تو سود کی بینکاری کا نظام چل ہی نہیں سکتا۔ جبکہ کرنسی کی مالیت میں کمی یا زیادتی بذات خود سود کے ضمن میں آتی ہے۔ اس نکتے سے ماہرین بخوبی آگاہ ہیں۔

یہ بنیادیں مکمل ہو جانے کے بعد یعنی سونے اور چاندی جیسی حقیقی دولت کے سکوں کی جگہ محض کاغذ کے پرزوں کے گردش میں آجانے کے بعد انہیں ضرورت تھی کہ انسان میں کاغذ کے ان پرزوں کی طلب پیدا کی جائے تاکہ قرضوں اور سود کے ذریعے تسلط کو حتمی شکل دی جا سکے۔ اس مقصد کے لئے وہ

> **ڈالر کو جاری کرنے والے ادارے یعنی فیڈرل ریزرو بینک آف امریکہ کی نصف سے زائد ملکیت یہود کے پاس ہے چنانچہ عملاً وہی بااختیار ہیں اور بینک کے بنیادی خدوخال اور پالیسی کے حوالے سے حکومت امریکہ کے نامزد کردہ گورنر کی حیثیت درحقیقت "ربڑ سٹمپ" سے زیادہ نہیں ہوتی**

نفسیاتی حربہ استعمال کیا گیا جس کی ابتدا جنگ عظیم تھی۔ انسان کا اجتماعی تشخص دین و مذہب کی بجائے اس کے علاقے اور قوم پر استوار کیا گیا تاکہ انسان کسی بہتری کی جستجو میں اپنی مرضی سے جب چاہے اس تشخص کو بدل نہ سکے اور مجبوراً اسی کو بلند تر کرنے کے لئے جائز و ناجائز حربہ استعمال کرے۔ اس کے لئے حرب و ضرب کا ماحول تشکیل دیا گیا تاکہ اسلحہ کی خرید کے لئے اقوام مقروض ہوتی جائیں۔ اس مقصد کے لئے میڈیا پر قبضہ لازم تھا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آج تقریباً پورا قابل ذکر عالمی میڈیا بھی انہی کی گرفت میں ہے۔

انفرادی طور پر انسان کو دولت کا ضرورت مند بنانے کے لئے معاشرے میں جاہ و حشم، فیشن اور نمود و نمائش کو عزت و فضیلت کی علامت قرار دے دیا گیا۔ اس عمل میں بھی بنیادی طور پر عالمی ذرائع ابلاغ کا ہی ہاتھ ہے۔

تمام اقوام کو مقروض کرنے کے لئے محض حرب و ضرب کا ماحول کشید کرنے کا داؤ کافی نہ تھا چنانچہ غریب ممالک کے ارباب اقتدار کو ملکی و سماجی ترقی کے نام پر قرضے لینے کی رشوت پیش کی گئی اور ایسے ایسے فارمولے وضع کئے گئے کہ وزراء کو، جو قرضہ لینے کا معاہدہ کرتے ہیں، ملکی ترقی کے نام پر ملنے والے قرضے کی رقوم ہڑپ کرنے میں آسانی ہو۔ ارباب اقتدار کے اس کالے دھن کو تحفظ دینے کے لئے سوئٹزرلینڈ میں محفوظ اور خفیہ اکاؤنٹس پر مشتمل بینکوں کا قیام پہلے ہی عمل میں لایا جاچکا تھا۔ (یہ بینک بھی ایک یہودی گروپ کی ہی ملکیت ہیں جس کی کرتا دھرتا فیملی راس چائل کا سربراہ ایولن راس چائل اسرائیل کا سب سے بڑا فنانسر ہے۔) اس چال سے انہیں دوہرا فائدہ ہوا۔ ملک بھی مقروض ہوتے اور سود کے بوجھ تلے دبتے چلے گئے اور بہت سی رقوم بھی واپس انہی کے ہاتھوں میں پہنچتی چلی گئیں۔ بلیک منی کے اس حفاظتی نظام پر اجارہ داری یہود کے اس منصوبے کی بنیاد ہے اور اس میں کسی قسم کی شراکت ان کے لئے زہر قاتل کے مترادف ہے۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو بی سی سی آئی کی تباہی کی اصل وجہ بھی سمجھ میں آتی ہے۔ وہ کیسے برداشت کرسکتے تھے کہ انہی کی بلی خود انہی کو میاؤں کہنے لگے؟

دوسری طرف ملکی ترقی کے نام پر استعمال ہونے والی قرضوں کی تھوڑی بہت رقوم کو بھی انہی مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا رہا جو ان کے منصوبے کا حصہ تھے۔ مثال کے طور پر تعلیم کے لئے جاری ہونے والے قرضہ جات صرف اسی صورت میں جاری ہوتے جب نصاب تعلیم ان کی مرضی کے مطابق ہوتا اور اس میں نہ صرف قوم پرستی، سیکولرازم، وطنیت وغیرہ کے نظریات نئی نسل میں داخل ہوتے بلکہ اس نصاب کی نفسیاتی ہیئت بھی اس طرح رکھی جاتی کہ اس کے نتیجے میں طالب علم میں قوت متخیلہ اور عملی استعداد پیدا ہی نہ ہوسکے۔ اس کو مزید تقویت اس غلط امتحانی نظام کے ذریعے دی جاتی ہے جس کے نتیجے میں قبضہ گروپ اور بوٹی مافیا کا ماحول کشید ہوتا ہے۔ ہمارے جو مخلص ماہرین ان نقائص کو ختم کرنے کی تجاویز دیا کرتے ہیں، اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ان کی تجاویز قابل عمل ہیں۔ درحقیقت اس زہرناکی کو برقرار رکھنا ہی تو ان عالمی ارباب اقتدار کا اصل مقصد ہے جس کی موجودگی میں تمام "سنہری" تجاویز کو محض "خانہ پری" سے زیادہ حیثیت دی ہی نہیں جاسکتی۔

اسی طرح دیگر قرضہ جات کی مثال بھی لی جاسکتی ہے جن سے بالواسطہ طور پر تعیشات اور غیرملکی مصنوعات کو فروغ دیا جاتا ہے۔ یوں معاشرتی عزت و تکریم (بذریعہ نمودونمائش) کے حصول کے لئے انسان کو اکسایا جاتا ہے اور دولت کی طلب پیدا کی جاتی ہے۔ میڈیا اس تصور کا محافظ ہی نہیں، اسے تقویت بھی دیتا ہے۔ مزید یہ کہ تقریباً تمام اعزازات، تمغہ جات اور انعام و اکرام، وطن پرستی اور نام نہاد فلاح و بہبود وغیرہ کی انہی بنیادوں پر استوار ہیں۔ انسان پر امت کی بجائے وطن یا قوم کی بنیاد پر ناقابل تبدیل اجتماعی تشخص استوار کرنے کا مقصد یہ تھا کہ انسان اس کو بلند کرنے کی فطری ضرورت کو پورا کرنے کے لئے دولت حاصل کرنے پر مجبور ہوجائے۔ اگر تو وہ دوسری قوم سے جنگ کرکے فتح یاب ہونے کی صورت میں ایسا کرنا چاہے تو اسلحہ کی خرید کے لئے دولت کا طلب گار ہو اور اگر اپنی سماجی ترقی کو بلند کرکے دوسرے معاشرے سے بالاتر اور افضل ہونا چاہے تو بھی ظاہر ہے کہ دولت کی جستجو کرے۔ دونوں صورتوں میں سرمایہ دار یہود کی طرف انسان کا رجوع کرنا لازم تھا۔ اب دوسری صورت یعنی سماجی ترقی کی صورت کے لئے تو مزید کسی تگ و دو کی ضرورت نہیں تھی، صرف میڈیا کا ہتھیار ہی کافی تھا لیکن پہلی صورت یعنی حرب و ضرب پر انسان کو آمادہ کرنے کے لئے دنیا میں دو متحارب قوتوں کا وجود ضروری تھا چنانچہ امریکہ کے مقابلے میں کمیونزم کی آڑ میں روس کو سپرپاور تسلیم کرایا گیا۔ ماہرین ثابت کرچکے ہیں کہ بالشویک انقلاب کے عقب میں یہودی ہاتھ کارفرما تھا۔

اس ماحول کے ردعمل میں دنیا میں کئی جنگیں بھی "منعقد" کرائی گئیں جن کی وجہ سے یہود کے اقتصادی غلبہ کو تقویت پہنچی اور یہی اس کارروائی کا مقصد تھا۔ اس ڈرامے کو سمجھنے کے لئے اشارۃً اتنا سا سوال کافی ہے کہ آخر سوئٹزرلینڈ کی، جو ایک نہایت چھوٹا سا ملک ہے، کوئی فوج کیوں نہیں ہے۔؟ کیا اس کو اپنی حفاظت درکار نہیں۔؟؟ اس کا جواب یہی ہے کہ سوئٹزرلینڈ چونکہ بلیک منی کے "پول ان" (Pool-In) ہونے کا مرکز طے پاچکا تھا لہٰذا اس کو اس ڈرامے سے باہر رکھنا ضروری تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا حتیٰ کہ اس کو آئی ایم ایف اور اقوام متحدہ کی ممبرشپ سے بھی مستثنیٰ رکھا گیا۔

آج چونکہ یہود اس اقتصادی غلبہ کی طاقت کو تقریباً حاصل کرچکے ہیں جو ان کا اصل ٹارگٹ تھی، لہٰذا روس کو سپرپاور کی حیثیت سے مزید برقرار رکھنے کی انہیں کوئی ضرورت نہیں رہی چنانچہ ایک میڈیا کی مدد سے ترتیب دیئے گئے ڈرامے کے ذریعے اس کے حصے بخرے کردیئے گئے۔ ماہرین اس تمام عمل میں "حقیقی کارفرمائی کا ذمہ دار" یہود کو ثابت کرچکے ہیں۔ (ملاحظہ ہو روزنامہ نوائے وقت لاہور مورخہ ۱۵

حرب و ضرب پر انسان کو آمادہ کرنے کے لئے دنیا میں دو متحارب قوتوں کا وجود ضروری تھا چنانچہ امریکہ کے مقابلے میں کمیونزم کی آڑ میں روس کو سپرپاور تسلیم کرایا گیا۔ ماہرین ثابت کرچکے ہیں کہ بالشویک انقلاب کے عقب میں یہودی ہاتھ کارفرما تھا

اکتوبر ۱۹۹۱ء)

دنیا کے ممالک کو چھوٹے چھوٹے علاقوں میں تقسیم کرنا "عظیم تر اسرائیل" کے منصوبے کا دوسرا حصہ ہے۔ اس کو نیو ورلڈ آرڈر کا نام بھی دیا جاتا رہا ہے۔ اس کا ایک اجمالی سا خاکہ یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ ممالک کا رقبہ اگر کم ہو تو یقیناً انہیں اپنے تحفظ کے لئے اوپر دیکھنا پڑے گا۔ اس کا حل ظاہر ہے کہ یہی بنے گا کہ ان علاقوں کو نیم خودمختار کرتے ہوئے ایک کنفیڈریشن بنا دی جائے جس کی نگران اقوام متحدہ ہو' وہ اقوام متحدہ جو کہ درپردہ یہود کا ہی ایک مہرہ ہے۔ دوسری طرف عظیم تر اسرائیل کی صورت میں ایک سپریم پاور نمودار ہو جائے جس کی سرحدیں نیل سے فرات تک پھیلی ہوئی ہوں اور جو اقوام متحدہ کی پردھان بھی ہو تو اس صورت میں اس سپریم پاور اور طفیلی کنفیڈریشن کے سامنے اکا دکا ممالک مثلاً جرمنی وغیرہ خس و خاشاک سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے ہوں گے۔ چنانچہ وہ خود بخود اس جغادری کے سامنے گھٹنے ٹیک دیں گے۔ اسی کا نام عظیم تر اسرائیل یا عالمی سپر گورنمنٹ ہے۔

اس ہدف تک پہنچنے کے لئے اقدامات اٹھائے جاچکے ہیں۔ بوسنیا کو دس نیم مختار صوبوں میں تقسیم کئے جانے کے معاہدے کی صورت میں ابتدا ہو چکی ہے۔ نسلی اور لسانی بنیادوں کو فروغ دیا جاچکا ہے اور اس مقصد کے لئے مختلف معاشروں کی نفسیاتی بناوٹ کے مطابق داؤ آزمائے گئے ہیں۔ فرقہ واریت' زبان' جلد کے رنگ اور نسل کی بنیاد پر امتیازات کے فروغ کے لئے تخریب کاری کروا کے میڈیا کے ذریعے اس کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے۔ تجزیے اور آئندہ حالات کی پیش بینی کے بہانے مخالف پارٹی کو جوابی اقدام کی دعوت دی جاتی ہے اور یوں منافرت کو ہوا دی جاتی ہے۔ قومی تشخص کو علاقائیت وغیرہ کی بنیادوں پر استوار کرنے کے بعد یعنی اس کی یقین دہانی کروا دینے کے بعد شوبزنس' سپورٹس اور زندگی کے دیگر شعبوں سے غیر اہم لالچی شخصیات کے ساتھ معاملہ طے کیا جاتا ہے اور پھر میڈیا کے ذریعے انہیں شہرت دیکر ان سے وطنیت' منافرت یا نسلی امتیاز وغیرہ کا پرچار کروایا جاتا ہے جس کے نتیجے میں آزادی پسند تحاریک جنم لیتی ہیں۔ پہلے یہ داؤ سیکولرازم کے لئے کھیلا جاتا رہا ہے اور وطن کے بڑے بڑے مدح خواں پیدا کئے جاتے رہے ہیں' اب اس پراپیگنڈہ کو برقرار رکھتے ہوئے مختلف معاشروں کے موقع و محل کے مطابق "صوبائی یا علاقائی خودمختاری" وغیرہ کا اس میں اضافہ کیا جانے لگا ہے۔ بھارت میں جھاڑ کھنڈ' آسام' تیلگو دیشم' خالصتان' تامل ناڈو' ناگالینڈ وغیرہ میں آزادی پسند تحریکیں اسی طرح فروغ دی گئی ہیں جبکہ پاکستان میں جئے سندھ اور جناح آباد کے شوشے چھوڑے جاچکے ہیں۔ کبھی کبھار انہیں بنا بنایا ماحول بھی مل جاتا ہے جیسے شمال میں آغا خانی ریاست کا غلغلہ بلند ہو چکا ہے۔ عراق اور ترکی کردستان کا تصور فروغ پا رہا ہے۔

اس مالیاتی نظام کی وجہ سے عوام بالواسطہ طور پر یہود کی اطاعت ہی نہیں بلکہ غلامی کر رہے ہیں اور اس وقت تک کرتے رہیں گے جب تک نظام بینکاری ایسی کاغذی کرنسی پر استوار ہے جس کی کوئی مالیت متعین ہی نہیں ہے

مقصود ان اقدامات سے یہ ہے کہ ان بنی بنائی بنیادوں پر باری باری عمارتیں استوار کی جاسکیں اور ان کے خیال میں اب اس کا وقت آن پہنچا ہے۔ اس مقصد کے لئے عوام کو ذہناً تیار کرنے کا عمل غریب ممالک میں نج کاری کے نام سے شروع ہو چکا ہے۔ اقوام اور ممالک کے اثاثوں کو پر واجب الادا سود کے عوض کسی ملٹی نیشنل کمپنی یا کمپنیوں کی آڑ میں ملکیت حاصل کرلینے کے بعد ملک کے مالیات اور اطلاعات کے ذرائع کو اپنی مرضی سے استعمال کرنا بالکل سامنے کی بات ہے۔ ذہنوں کو مسخر کرنے کا کام ٹیکسوں کی چھوٹ وغیرہ مختلف لالچ دیکر کیا جاسکتا ہے اور یوں قومی اجتماعی تشخص کو ہاتھ لگائے بغیر عملی اختیار وہ بالا ہی بالا اپنی جانب منتقل کرسکتے ہیں اور کسی ملک کا نام ختم کئے بغیر صوبائی خودمختاری کے لیبل کے ذریعے باآسانی اپنے مقاصد حاصل کرسکتے ہیں۔

مختصر یہ کہ منصوبے کا لب لباب یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے علاقوں کو نیم خودمختار بناتے ہوئے بالآخر اس عالمی تسلط کو حتمی شکل دی جائے جس کی کمان ابتدا میں بالواسطہ طور پر اور بعد میں براہ راست عظیم تر اسرائیل کے ہاتھوں میں ہو۔ دنیا میں اس مقصد کے لئے علاقائی بناوٹ کے اعتبار سے مختلف پالیسیاں زیر عمل ہیں۔ لسانی' فرقہ وارانہ یا نسلی و تاریخی "الگ الگ" پس منظر کے حوالے سے جنوبی افریقہ کی عوام اور نو آزاد روسی ریاستوں میں تکدر اور استبداد کی فضا کو تو پیش کیا جا ہی سکتا ہے' حتیٰ کہ خود امریکہ میں' جہاں ایک طرف نسلی عصبیت یعنی ریڈ انڈین' چینی' جاپانی' جنوب ایشیائی عرب' نیگرو اور سفید فام نسلوں کی علیحدگی کو ہوا دی جارہی ہے اور ان نسلوں کی بنیاد پر ریاست ہائے متحدہ کو غیر متحدہ بنانے کی آواز اب سرگوشیوں سے بلند ہو کر نعروں میں ڈھل چکی ہے جس کے محرک نیوز ویک اور ٹائم کے شمارے ہیں' وہاں دوسری طرف امریکی عوام کو اس اقتصادی انحطاط کے لئے تیار کیا جارہا ہے جو عظیم تر اسرائیل کے اعلان اور انعقاد پر یہود کے سرمایہ کی وہاں منتقلی کے انکشاف کی صورت میں امریکہ میں برپا ہونا ہے۔ اس تیاری کی سب سے عمدہ مثال خود کلنٹن کی الیکشن مہم کے وہ خدوخال اور بنیادی خطوط ہیں جن کی وجہ سے وہ کامیاب بھی ہوا۔ الغرض ہر جگہ کے موقع و محل کے مطابق "عمل" کی ابتدا کردی گئی ہے اور گریٹر اسرائیل کا نقشہ (دریائے نیل سے فرات تک) بھی منظر عام پر آچکا ہے جو خود یہود کے کہنے کے مطابق بائیبل سے لیا گیا ہے۔ "پروٹوکولز" کے مطابق ۱۸۹۷ء میں بننے والا یہ منصوبہ سو سال کے اندر اندر پایہ تکمیل کو پہنچ جانا ہے اور اب شنید یہ ہے کہ ۱۹۹۷ء کو اس کا اعلان ہی نہیں بلکہ اس کے بعد ۲۰۰۰ء میں اس کے قیام کا جشن بھی منایا جانا ہے۔

اب ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ اس نظام کو فتنہ دجال کیوں کہا گیا؟

دجال فتنے کے ضمن میں جو احادیث مبارکہ ہم تک پہنچی ہیں' ان کو نوعیت کے اعتبار سے دو درجہ بندیوں میں رکھا جاسکتا ہے۔ ایک ان احادیث پر مشتمل ہے جو دور دجالی کی پہچان کے لئے کیفیت و علامات اور فضا اور ماحول کی آئینہ داری کر رہی ہیں۔ جبکہ دوسری درجہ بندی ان احادیث پر مشتمل ہے جو اس دور میں پیش آنے والے واقعات کا منظر نامہ سامنے لا رہی ہیں۔ ان واقعات کا مختصر خاکہ' جو

دنیا کے ممالک کو چھوٹے چھوٹے علاقوں میں تقسیم کرنا "عظیم تر اسرائیل" کے منصوبے کا دوسرا حصہ ہے۔ اس کو نیو ورلڈ آرڈر کا نام بھی دیا جا رہا ہے

انسانی تاریخ کی ہولناک ترین جنگوں پر مشتمل ہے' کچھ یوں ہے:

☆ مسلمان اور عیسائی ایک تیسری طاقت کے خلاف مجتمع ہوں گے اور فتح حاصل کریں گے۔

☆ ایک مسلمان اٹھ کر صلیب توڑے گا یعنی مسلمان اور عیسائی مذہبی فوقیت کے اختلاف کی بنیاد پر آپس میں بھڑ جائیں گے اور عیسائی مسلمانوں کو پسپا کرتے ہوئے خیبر کے مقام تک پہنچ جائیں گے۔

☆ دوسری طرف یہود کو تمام دنیا سے اکٹھا کرکے "فلسطین" میں اس طرح جمع کردیا جائے گا جیسے جھاڑو پھیر کر کسی چیز کو ایک جگہ اکٹھا کردیا جاتا ہے۔

☆ محمد بن عبداللہ' جنہیں عرف عام میں مہدی کہا جاتا ہے' کا ظہور ہوگا اور پھر ان کی قیادت میں عیسائیوں کے ساتھ تین شدید اور پے در پے لڑائیوں میں عربوں کا بے انتہا جانی نقصان ہوگا۔

☆ ایک غیر عرب مسلمان قوم سے ایک بہتر حربی صلاحیت رکھنے والی اور بہتر اسلحہ سے لیس فوج امام مہدی کی کمک کو پہنچے گی اور فیصلہ کن کردار ادا کرے گی۔ مسلمان فتوحات کرتے ہوئے قسطنطنیہ (استنبول) تک پہنچ جائیں گے۔

☆ یہود میں المسیح الدجال ظاہر ہوگا۔ منافقین اس سے مل جائیں گے۔ وہ مسلمانوں کو شدید مشکلات سے دوچار کرے گا اور مسلمان پیچھے ہٹتے ہٹتے دمشق میں محصور ہوجائیں گے اور تب حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اتریں گے۔

☆ حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھوں جھوٹا مسیح یعنی مسیح الدجال مقام لد (اسرائیل کا بڑا اور جدید ترین ائربیس لڈا) میں قتل ہوگا۔ یہود کا خاتمہ ہوگا۔ عیسائیت اسلام میں مدغم ہوجائے گی اور پھر اسلام کا تمام روئے زمین پر بتدریج غلبہ ہوجائے گا۔

دجالی فتنہ کے دور کی پہچان کے لئے جو علامات بتلائی گئی ہیں وہ جدید سائنسی ترقی' ملحدانہ تہذیب' انسان کی حصول زر کی سرتوڑ کوشش اور اس کے تباہ کن نتائج و عواقب کے حوالے سے ہمارے آج کے ترقی یافتہ دور سے ٹھیک ٹھیک مطابقت رکھتی ہیں اور اہل علم اس پر متفق ہیں۔ اس تاویل کی مزید اور تقریباً حتمی تائید اس واقعاتی علامت سے ہوتی ہے جس میں دنیا بھر سے یہود کا مشرق وسطیٰ (اسرائیل) میں یوں جمع کیا جانا مذکور ہے جیسے جھاڑو پھیر کر کسی چیز کو ایک جگہ جمع کردیا جاتا ہے۔ یہ علامت "گریٹر اسرائیل" کے منصوبے کی صورت میں اپنی ابتدا کرچکی ہے اور دنیا کے تمام یہودیوں کو اس اسرائیل کی شہریت دیئے جانے اور وہاں آباد کاری کے مراحل شروع ہونے کی صورت میں جھاڑو پھیرے جانے کا منظر روشن ہونا شروع ہوگیا ہے۔ یہی وہ علامت ہے جس کی وجہ سے صدام حسین نے مشرق وسطیٰ کی کشیدگی کو "ام المحارب" یعنی جنگوں کی ماں کہا تھا اور اب تو عرب میں یہ کیفیت ہے کہ پرجوش نوجوان طبقہ آنے والی صورت حال کا سامنا کرنے کے لئے باقاعدہ زیرزمین حربی تربیت و تیاری میں مصروف ہے۔

مختصریہ کہ ہمارا یہ عصر حاضر اسی فتنہ دجال کی ابتدا کا منظر ہے جس سے تمام نبیوں نے پناہ مانگی تھی اور اس کی ابتدا جیسا کہ ہم سمجھ چکے ہیں' اس بنیادی غیر متعینہ مالیت کی کاغذی کرنسی یعنی اس امریکی ڈالر پر استوار نظام ہائے معیشت کا شاخسانہ ہے جس پر ایک آنکھ کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ (احادیث میں دجال کی ایک آنکھ ہونے کا ذکر بھی ملتا ہے۔)۔۔۔ دوسری روایت کا مفہوم اس طرح ہے کہ کلمہ کفر کے بغیر لقمہ نہیں ملے گا۔ اس مفہوم کو اگر کاغذی کرنسی کے تناظر میں دیکھا جائے تو صاف دکھائی دے جائے گا کہ جنس کے بدلے کاغذ کا ایسا پرزہ جس کی کوئی مالیت ہی متعین و معتبر نہیں ہے' ایک فطری اور منصفانہ نظام کا غماز نہیں ہوسکتا بلکہ اگر غور کیا جائے تو اس کاغذی کرنسی کا اتار چڑھاؤ بذات خود سود کے زمرے میں آتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر جب بھی کرنسی کی قیمت میں کمی کی جاتی ہے (اور ہمارے ہاں تو یہ گویا روز کا معمول ہے) تو انسان کی ملکیتی دولت کا کچھ حصہ حکومت کو منتقل ہوجاتا ہے۔ دولت کا یہ انتقال صاف سود ہی نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر دکھائی دیتا ہے کہ کرنسی میں کمی کا انحصار حکومت کی صوابدید (یا بالفاظ دیگر لوٹ مار کی خواہش) پر ہونے کی وجہ سے یہ محض سود نہیں رہتا' ظلم بن جاتا ہے۔ کفر کا مفہوم بھی تو یہی ہے کہ جس نظام میں عدل و قسط کا تصور نہ ہو اور ظلم کی اجارہ داری ہو' وہ غیر اسلامی ہے اور ہر غیر اسلامی نظام' نظام کفر ہے۔ اس سے "کلمہ کفر" کا استعارہ بھی واضح ہوتا ہے' خاص طور پر اس صورت میں جب اس کاغذی کرنسی پر یہود کے غلبہ و تسلط کا اقرار مختلف علامات یعنی ستارہ یہود اور سامری کا بچھڑا وغیرہ کی صورت میں ثبت ہو۔

کاغذی کرنسی کے کلمہ کفر ہونے کا شائبہ اس کے نامعتبر ہونے سے بھی ہوتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اس کرنسی کے فروغ پا جانے کی وجہ صرف یہ ہے کہ ملکی بینک اسے بطور "دولت" قبول کرتا ہے۔ انشورنس اور سٹاک ایکسچینج اس کو تحفظ دینے کے ذریعے ہیں۔ انشورنس کی صورت میں انسان کو طویل مدت کے لئے اس کرنسی کا پابند کردیا جاتا ہے۔ یہی صورت پنشن اور پراویڈنٹ فنڈ کے قوانین کی بھی ہے۔ جبکہ سٹاک ایکسچینج صنعتوں اور اداروں کی دولت کی ملکیت کو ان کاغذات میں تبدیل و تقسیم کر دینے کا ذریعہ ہے جو اسی کرنسی کی کوکھ سے جنم لیتے ہیں۔ اب یہاں ہم بینک کے بنیادی تصور پر نظر ڈالیں تو اس کلمہ کفر کا عدم استحکام سامنے آجاتا ہے۔

بینک معمول کی روزانہ الٹ پھیر (ٹرانزیکشن) کے لئے جمع شدہ کل ڈپازٹ کا زیادہ سے زیادہ بارہ یا تیرہ فیصد اپنے پاس رکھتا ہے۔ بقایا رقم وہ مختلف جگہوں پر انویسٹ کردیتا ہے۔ بہت سی رقم سیاست دانوں کو دیئے جانے والے قرضہ جات کی شکل میں ڈوب جاتی ہے۔ اس نقصان کا ازالہ کرنے کے لئے بیرونی قرضہ جات لئے جاتے ہیں اور پھر ان کا سود پورا کرنے کے لئے نت نئے ٹیکس لگائے جاتے ہیں اور یوں نہ صرف ارباب اقتدار کی جیب میں جانے والی یہ دولت' یعنی بینک کا ہڑپ کیا ہوا قرضہ اور غیر ملکی قرضہ میں ان کا آف دی ریکارڈ حصہ' ایک طرف سوئٹزرلینڈ کے یہودی بینکوں کے خفیہ اکاؤنٹس میں منتقل ہوکر اسرائیل کی تقویت کا باعث بنتی ہے تو دوسری طرف اس کا خمیازہ بھی عوام الناس کو ہی مہنگائی اور ٹیکسوں کی صورت میں بھگتنا پڑتا ہے۔ اسی بات کو ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس مالیاتی

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

اس راہ میں جو سب پہ گزرتی ہے سو گزری

نبی اکرمؐ کی ذات گرامی پر مشرکین مکہ کا تشدد

سیرت مطہرہ کا یہ پہلو زیادہ نمایاں نہیں رہا

ڈاکٹر اسرار احمد

نوائے وقت کے شکریہ کے ساتھ

وحی کے آغاز سے لے کر ہجرت مدینہ تک لگ بھگ تیرہ سال کا عرصہ سیرت مطہرہ کا مکی دور کہلاتا ہے۔ جس کے دوران آپؐ کی انقلابی جدوجہد کے ضمن میں دعوت، تنظیم اور تربیت کے ساتھ ساتھ پرامن مزاحمت یعنی "پیسو رزسٹنس" کا سلسلہ جاری رہا۔ اس سے قبل یہ وضاحت کی جا چکی ہے کہ ان تیرہ سالوں میں سے ابتدائی تین سالوں کے دوران اہل مکہ کی مخالفت صرف زبانی کلامی تھی اور اس میں جسمانی تشدد کا عنصر شامل نہیں تھا اور یہ مخالفانہ ردعمل کل کا کل صرف آنحضورؐ کی ذات اقدس پر مرکوز رہا۔ چنانچہ پہلے آپؐ کے دعویٰ نبوت پر حیرت اور استعجاب کے ملے جلے تاثرات کے اظہار کے ساتھ دبے الفاظ میں آپؐ پر جنون کا شبہ وارد کیا گیا۔ پھر کھلم کھلا اور برملا جنون کے الزام کے ساتھ ساتھ کہانت کی تہمت لگائی گئی۔ بعد ازاں جب قرآن کی فصاحت و بلاغت کا رعب طاری ہو گیا تو آپؐ کو شاعر اور ساحر قرار دیا گیا..... اور بالآخر بے بسی اور لاچارگی کے باعث مشتعل ہو کر باضابطہ سب و شتم کی راہ اختیار کر لی گئی اور آپؐ پر (نعوذباللہ من ذالک) کذب و افتراء اور دھوکہ اور فریب وہی تک کے رکیک الزامات عائد کر دیئے گئے۔

لیکن جب تین سال کے طویل عرصے پر محیط' مشرکین مکہ کی یہ ساری تدابیر ناکام ہو گئیں' اور نہ آپؐ بددل اور مایوس ہوئے' نہ آپؐ کی ہمت و استقامت میں کوئی کمی آئی اور نہ ہی آپؐ کی دعوت کا سلسلہ رکا یا مضمحل ہوا بلکہ آپؐ کی دعوت مکہ کے لوگوں کے دلوں کو مسخر کرتی چلی گئی۔ اور خاص طور پر دو طبقات آپؐ کی جانب کھنچتے چلے گئے یعنی ایک نوجوانوں کا طبقہ جن کے ذہن بھی صاف ہوتے ہیں اور طبائع بھی ابھی فطری سلامتی پر برقرار ہوتی ہیں' پھر عزیمت و ہمت بھی جواں ہوتی ہے اور جو بات دل و دماغ کو اپیل کر جائے اس کو قبول کرنے اور پھر اس پر تن من دھن قربان کر دینے کا ولولہ موجود ہوتا ہے۔ اور دوسرا پسماندہ اور مفلوک الحال لوگوں کا طبقہ جو معاشرے میں ہر طرح سے دبے اور پسے ہونے کے باعث رائج الوقت نظریات و عقائد اور سیاسی و معاشی نظام کے ساتھ مفادات اور مراعات کی سنہری زنجیروں سے بندھے ہوئے نہیں ہوتے۔ (اور ظاہر ہے کہ ان دو طبقات کی حیثیت کسی بھی معاشرے میں بارود کے ذخیرے کی سی ہوتی ہے۔ کہ اگر کوئی اس تک پہنچ جائے تو تباہی یقینی ہو جاتی ہے) تو سرداران قریش اور ائمہ کفر و شرک کو خطرے کی گھنٹی سنائی دینے لگی اور انہوں نے جسمانی تعذیب' وحشیانہ تشدد اور بہیمانہ ایذا رسانی کا سلسلہ شروع کر دیا جو مکی دور کے باقی پورے دس سالوں تک مسلسل جاری رہا اور اس عرصے کے دوران اگرچہ بالکل محفوظ اور مامون تو کوئی بھی نہ رہا۔ چنانچہ اپنی تمام تر ذاتی اور خاندانی شرافت اور وجاہت کے باوجود آنحضورؐ بھی اس جسمانی تعذیت اور تشدد سے مستثنیٰ نہ رہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ بھی پوری شدت کے ساتھ تختہ مشق بنے حالانکہ وہ مکہ کی قبائلی حکومت میں ایک اہم منصب پر فائز تھے..... تاہم اس بھٹی میں سب سے زیادہ وہی تپائے گئے جن کا تعلق متذکرہ بالا دو طبقات سے تھا اور ان میں سے بھی بالخصوص غلاموں کے طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگوں پر ظلم و ستم کے جو پہاڑ توڑے گئے ان کے تو تصور سے بھی لرزہ طاری ہوتا ہے۔ اس لئے کہ معاشرے میں سب سے بڑھ کر بے کس اور لاچار وہی تھے چنانچہ انہیں کوئی تمدنی یا سیاسی حقوق حاصل نہیں تھے جن کے ذریعے کوئی تحفظ مل سکتا اور وہ کلی طور اپنے "آقاؤں" کے رحم و کرم پر تھے کہ ان کے ساتھ جو چاہیں کر گزریں۔ حتیٰ کہ جب چاہیں بھیڑ بکری کی طرح ذبح کر دیں۔

جہاں تک نبی اکرمؐ کی ذات اقدس کا تعلق ہے آپؐ پر جسمانی تشدد اور بالفعل ایذا رسانی کے متعدد واقعات سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہیں لیکن ایک جانب تو بدقسمتی سے ان کے بارے میں تاریخی ترتیب کا ذکر محفوظ نہیں ہے کہ کونسا واقعہ کب پیش آیا۔ اور دوسری جانب یہ ظاہری تضاد بھی موجود ہے کہ بعض مواقع پر تو آپؐ کو کسی جارحانہ حملے سے کسی غیبی تدبیر کے ذریعے بچا لیا گیا لیکن اکثر مواقع پر ایسی کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئی بلکہ جس بدباطن نے آپؐ کے ساتھ جو کرنا چاہا کر گزرا۔ لہٰذا حقیقت پوری طرح واضح نہیں ہوتی اور ضرورت ہے کہ ان کے مابین واقعاتی ترتیب اور منطقی ربط تلاش کیا جائے۔

(۱) نبی اکرمؐ کو جو ذاتی وجاہت اور کرامت مبداء فیاض کی جانب سے عطا ہوئی تھی' پھر آپؐ مکہ کے عوام میں جس درجہ ہردلعزیز تھے اور سب سے بڑھ کر آپؐ کے چچا ابو طالب کو آپؐ کے ساتھ جو شدید ذاتی محبت تھی اور اس کی بنا پر جو خاندانی حمایت اور حفاظت آپؐ کو حاصل تھی اس کی بناء پر نبوت کے چوتھے پانچویں اور چھٹے سال کے ابتدائی حصے تک عام مخالفین کو آپؐ کے خلاف کسی عملی اقدام کی جرات نہیں ہوئی بلکہ وہ صرف تمسخر' استہزاء اور زبانی ایذا رسانی ہی تک محدود رہنے پر مجبور رہے۔ (جس کی کیفیت اور شدت' ظاہر ہے کہ مسلسل بڑھتی چلی گئی) تاہم آپؐ کے چچا ابو لہب اور اس کی بیوی ام جمیل کو پوری آزادی حاصل رہی کہ جس طرح چاہیں

آپؐ کو ستائیں۔ جس میں سب و شتم بھی شامل تھا۔ (ام جمیل نے تو آپؐ کا نام محمدؐ کی بجائے مذمم رکھ دیا تھا یعنی قابل حمد و ستائش کی بجائے لائق تحقیر و مذمت!) چنانچہ اسی نے آپؐ کے دو بار خاندان بنی ہاشم کو دعوت طعام پر مدعو کر کے اپنی دعوت پیش کرنے پر شور اور ہنگامہ کر کے آپؐ کی کوشش کو ناکام بنایا تھا اور اسی نے آپؐ کے کوہ صفا والے پہلے خطاب عام کے موقع پر آپؐ کو جلی کٹی سنائی تھیں۔ مزید بر آں جب آپؐ دعوت و تبلیغ کے لئے مکے کی گلیوں میں نکلتے تھے تو وہی تھا جو لوگوں کو آپ کی بات سننے سے روکتا تھا اور بعض روایات میں آتا ہے کہ آپؐ پر پتھراؤ بھی کرتا تھا جس سے آپؐ کی ایڑیاں خون آلود ہو جاتی تھیں (جامع ترمذی)۔ پھر وہی آپ کے راستے میں کانٹے بچھاتا تھا اور آپؐ کے گھر کے دروازے ہی پر نہیں آپؐ کے مکان کے اندر حتیٰ کہ صحن میں چولہے پر چڑھی ہوئی ہانڈی میں بھی نجاست پھینک دیتا تھا اور واقعہ یہ ہے کہ اسی ملعون کی شہ پر آپؐ کے بعض دوسرے پڑوسی بھی اس قسم کی جرائتیں اور جسارتیں کر جاتے تھے۔ الغرض ان دونوں میاں بیوی نے آنحضورؐ کو شدید ترین اذیتیں پہنچانے کے ضمن میں اپنے "حق بزرگی" کا بھرپور استعمال کیا۔ اور اس میں یقیناً دین کے تمام داعیوں اور خادموں کے لئے بڑی عبرت اور سبق آموزی کا سامان ہے کہ اگر آپؐ کے ایک قریب ترین رشتہ دار اور خاندانی بزرگ نے آپؐ کے ساتھ یہ سلوک روا رکھا تو اور کسی کے لئے کسی شکوہ یا شکایت کی کیا گنجائش ہے۔

(۲) نبوت کے چھٹے اور ساتویں سال کے دوران اس صورت حال میں اہم تبدیلی واقع ہوئی چنانچہ جب آپؐ کی دعوت کی مقبولیت میں نمایاں اضافہ ہوا اور ایمان کی روشنی مکہ کی فضا میں جنگل کی آگ کے مانند پھیلنے لگی تو قریش کے سرداروں نے آپؐ کی ذاتی لحاظ کو بالائے طاق رکھ کر اور خاندانی وجاہت کو بھی نظر انداز کرتے ہوئے آپؐ پر بالفعل دست درازی شروع کر دی۔ چنانچہ یہ اسی زمانے کے واقعات ہیں کہ جب آپؐ صحن کعبہ میں نماز ادا کرنے میں مصروف ہوتے تھے ابو جہل کی شہ پر عقبہ ابن ابی معیط آپؐ پر دست درازی کرتا تھا۔ چنانچہ ایک بار اس نے اپنی چادر کو بل دے کر رسی کی شکل دی اور اس کا پھندہ آپؐ کی گردن میں ڈال کر اتنے زور سے مروڑا کہ آپؐ کی آنکھیں ابل پڑیں اور ایک موقع پر جب آپؐ سجدے میں تھے، آپؐ کے شانے اور گردن پر اونٹ کی نجاست بھری اوجھڑی رکھ دی جس کے وزن کے باعث آپؐ کے لئے سر اٹھانا ممکن نہ رہا اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت کے مطابق اس پر روسائے قریش اتنے "محظوظ" ہوئے کہ ہنستے ہنستے ایک دوسرے پر گرے جاتے تھے۔ اتنے میں آپؐ کے گھر والوں کو اطلاع ملی تو حضرت فاطمہؓ دوڑتی ہوئی آئیں اور انہوں نے اس اوجھڑی کو آپؐ کی گردن سے اٹھایا۔ صحیح بخاری کی ایک روایت (کتاب الوضوء) کے مطابق اسی موقع پر آپ نے ان سرداران قریش کے حق میں بددعا کی تھی جس کے نتیجے میں وہ سب کے سب غزوہ بدر میں نہایت ذلت کے ساتھ واصل جہنم ہوئے۔

(۳) لیکن جب آپؐ پر اس تشدد اور دوسرے مسلمانوں پر جور و ظلم کی انتہا کے باوجود (جس کا ذکر بعد میں آئے گا) آپؐ کی دعوت کا سلسلہ ترقی پذیر رہا۔ حتی کہ ان ہی ایام میں حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ ایسے اہم اشخاص بھی ایمان لے آئے تو قریش کے سرداروں نے پوری سنجیدگی کے ساتھ آخری قدم اٹھانے یعنی آپؐ کو قتل کرنے کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔ چنانچہ اسی خطرے کو بھانپتے ہوئے پیش بندی کے طور پر ابو طالب نے اپنے جداعلیٰ عبدمناف کے دونوں بیٹوں یعنی ہاشم اور مطلب کی اولاد کو جمع کیا اور انہیں خاندانی اور قبائلی روایات کے مطابق نبی اکرمؐ کی اجتماعی حمایت اور حفاظت پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ مشیت ایزدی سے ابو طالب کی یہ کوشش کامیاب ہوئی۔ اور قریش کے ان دونوں اہم خاندانوں نے آنحضورؐ کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ جس کے نتیجے میں سرداران قریش کے ہاتھ بندھ کر رہ گئے۔ (طالبین علم قرآن کی دلچسپی کے لئے عرض ہے کہ غالباً اسی زمانے میں سورہ شوریٰ کی آیت ۲۳ میں وردشدہ الفاظ نازل ہوئے ہوں گے کہ "اے نبی! کہہ دیجئے کہ میں تم سے کسی اجر کا طالب نہیں صرف قرابت داری کا پاس چاہتا ہوں!") واضح رہے کہ ابولہب عرب کی خاندانی اور قبائلی روایات کے برعکس اس عہد و پیمان سے بھی علیحدہ رہا۔

(۴) بنو ہاشم اور بنو مطلب کے اس طرح نبی اکرمؐ کے پشت پناہ بن کر کھڑے ہونے ہی کے نتیجے میں سرداران قریش نے ان دونوں خاندانوں کے معاشرتی اور اقتصادی مقاطعے یعنی بائیکاٹ کا فیصلہ کیا اور تمام سربرآوردہ لوگوں نے ایک معاہدہ لکھ کر خانہ کعبہ کے اندر آویزاں کر دیا جس کے نتیجے میں نبی اکرمؐ اور آپؐ کے اہل خانہ ہی نہیں، یہ دونوں خاندان بھی لگ بھگ تین برس تک شعب بنی ہاشم میں محصوری کی حالت میں شدید مصائب اور مشکلات اور فقر و فاقہ کی کیفیت سے دوچار رہے۔ جس کے دوران درختوں کی پتیاں کھا کھا کر بھی گذارہ کیا گیا اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ خاندان بنی ہاشم کے پھول ایسے بچے بھوک سے بلکتے تھے تو ادھر سوکھے چمڑے ابال کر ان کا پانی ان کے حلق میں ٹپکانے کے سوا ان کی تسکین کا کوئی سامان نہیں ہوتا تھا اور ادھر ان کے رونے کی آوازیں گھاٹی سے باہر جاتی تھیں تو کفار قریش خوشی سے ہنستے اور مذاق اڑاتے تھے!

(۵) شعب بنی ہاشم میں محصوری کے دوران اگرچہ نبی اکرمؐ اور آپؐ کے اہل خانہ قریش کی جسمانی ایذاء اور دست برد سے تو محفوظ رہے لیکن غالباً اسی بنا پر اس زمانے میں ابو لہب پر شدید جھنجلاہٹ طاری رہی اور یہ اسی کا مظہر ہے کہ اس کے حکم سے اس کے دو بیٹوں نے نبی اکرمؐ کی دو صاحب زادیوں کو جو ان سے منسوب تھیں اعلانیہ اور توہین آمیز انداز میں طلاق دی اور ان میں سے ایک نے تو آپؐ کے روبرو بدکلامی سے کام لیا جس پر آپؐ نے اس کے حق میں بددعا کی۔ اور یہ بھی اسی دور کا واقعہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرمؐ کے صاحب زادے عبداللہ کا انتقال ہوا تو ابو لہب اپنی کمینگی کے اظہار کے لئے دوڑتا ہوا سرداران قریش کی مجلس میں گیا اور اس "خوش خبری" کے ساتھ انہیں مبارک باد بھی دی کہ (نعوذ باللہ من ذالک) "محمدؐ کی جڑ کٹ گئی" ابو لہب اور اس کی بیوی کا یہی "مثالی" کردار ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں سورہ لہب کی صورت میں "جاودانی" عطا فرما کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دین کے داعیوں اور خادموں کی تسلی اور تشفی کا سامان فراہم کر دیا ہے۔

(۶) نبوت کا دسواں سال اس اعتبار سے بڑا اہم ہے کہ اگرچہ اس کے دوران قریش کے بعض شریف النفس لوگوں کی مداخلت اور احتجاج اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے مقاطعے کے معاہدے کی دیمک کے ہاتھوں معجزانہ تباہی کے نتیجے میں نبی اکرمؐ اور خاندان بنی ہاشم کو شعب ابی طالب کی محصوری سے رہائی مل گئی، لیکن اس کے ساتھ ۔ "ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں..... ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں!" کے مصداق ابو طالب کا بھی انتقال ہو گیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی رحلت فرما گئیں۔

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

چوتھی قسط

مسلم لیگی ارکان اسمبلی کا دہلی کنونشن

قائداعظم کلکتہ کو پاکستان میں شامل کرنا چاہتے تھے

مولانا آزاد نے کانگریس کی صدارت سے استعفیٰ کیوں دیا؟

امیر تنظیم اسلامی لاہور شہر مرزا ایوب بیگ تاریخ کے دریچے سے جھانکتے ہیں

کیبنٹ مشن کے ارکان نے دوسرے اقلیتی رہنماؤں سے بھی ملاقات کی' جس کی تفصیل قارئین کیلئے کوئی خاص سود مند نہیں۔ ان ملاقاتوں کے بعد ۸ اپریل کو سٹیفورڈ کرپس نے ایک مسودہ مرتب کیا جس میں دو متبادل حل تجویز کئے۔

-(الف) متحدہ ہندوستان

-(ب) برطانوی ہند کی ہندوستان اور پاکستان میں تقسیم

حل (الف) یہ تھا کہ ایک یونین آف آل انڈیا ہوگی جس کے تین حصے ہونگے۔ ایک حصہ ہندو اکثریت' دوسرا مسلمان اکثریت اور تیسرا ریاستوں پر مشتمل ہوگا۔ دفاع' امور خارجہ اور مواصلات کے محکموں کی حیثیت لازمی ہوگی یعنی یہ یونین یا مرکز کے پاس ہونگے اور باقی محکموں کو اختیاری قرار دیا گیا یعنی اصلا صوبوں کے پاس ہونگے لیکن اگر وہ اپنی صوابدید کے تحت چاہیں تو حوالہ مرکز کرسکتے ہیں۔ پہلے ہر حصے کے نمائندے اپنا الگ الگ اجلاس منعقد کرکے اپنے اپنے گروپ کا آئین تشکیل دیں گے۔ اس کے بعد تینوں گروپوں کے نمائندوں کا مشترکہ اجلاس گرینڈ آئین ساز اسمبلی برائے یونین آف آل انڈیا کے نام سے منعقد کیا جائے گا جس میں یونین گورنمنٹ کی ہیئت اور مجموعی طور پر آئین کی منظوری دی جائے گی۔ یہ اسمبلی تین الگ الگ اسمبلیوں کے فیصلوں میں مداخلت نہیں کرے گی۔ اس طرح' بقول کرپس' متحدہ ہندوستان کے اندر رہتے ہوئے فرقہ وارانہ مسائل کا حل تلاش کیا گیا۔

دوسرے متبادل (ب) میں برطانوی ہند کو دو حصوں میں' یعنی ہندوستان اور پاکستان میں تقسیم کردیا گیا۔ ریاستوں کو ان دونوں میں سے کسی ایک سے الحاق کرنے کا حق دے دیا گیا۔ تجویز کیا گیا کہ سندھ' بلوچستان' سرحد کے تمام اضلاع (مسلم اکثریت کے ہونے کی وجہ سے) مکمل طور پاکستان میں شامل کردیئے جائیں۔ پنجاب میں البتہ انبالہ اور جالندھر ڈویژن ہندوستان میں شامل کئے جائیں۔ لاہور ڈویژن میں ضلع امرتسر غیر مسلم اکثریت کی بنا پر ہندوستان میں شامل کیا جائے۔ ضلع گورداسپور میں ۵۱ فیصد مسلم آبادی تھی۔ اس کے بارے میں کہا گیا کہ سکھوں کو فریق بنا کر اس پر سمجھوتہ ہوگا۔ مشرقی حصہ میں صوبہ آسام میں سے صرف ضلع سلہٹ کو پاکستان میں شامل کیا جائے۔ مغربی بنگال کا ہندو اکثریت کا علاقہ ہندوستان کو اور مسلم اکثریت کا علاقہ پاکستان کو دیا جائے۔ کلکتہ کے حصول کیلئے قائداعظم ڈٹے ہوئے تھے' کہا گیا کہ اس کا فیصلہ فریقین کی صوابدید پر ہوگا۔ فیصلہ نہ ہوسکنے کی صورت میں تیسری اتھارٹی' یعنی انگریز پر فیصلہ چھوڑا جائے گا جو تین مندرجہ ذیل صورتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کو کہے گا۔

-(۱) کلکتہ کو مشرقی پاکستان میں شامل کیا جائے۔

-(۲) کلکتہ کو ہندوستان میں شامل کیا جائے۔

-(۳) ایسا آزاد علاقہ قرار دے دیا جائے جس پر دونوں ملکوں کا مشترکہ کنٹرول اور مشترکہ انتظامیہ ہو۔

مزید یہ کہ اگر (ب) سکیم یعنی تقسیم ہند کا حل اپنایا جائے تو دونوں ملکوں کے درمیان ایک معاہدہ طے پائے جس میں مواصلات امور خارجہ اور دفاع شامل ہوں۔ اس معاہدہ کا کیا جانا تقسیم ہند سے مشروط کیا جائے اور اس کے بارے میں سمجھوتہ تقسیم سے پہلے کرنا ہوگا ----- درحقیقت انگریز کا مقصد' ہند چھوڑنے کے باوجود سوویت یونین کے گرد حصار میں برصغیر کو ایک مضبوط برج کے طور پر برقرار رکھنا تھا۔

(مسلم لیگی ارکان اسمبلی کا دہلی کنونشن)

۷ اپریل سے ۹ اپریل تک مسلم لیگی ارکان اسمبلی کا ایک اجلاس دہلی میں منعقد ہوا۔ مسلم لیگی ارکان نے اس اجلاس میں بڑے جوش و خروش سے حصہ لیا۔ قائداعظم نے افتتاحی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے جو تقریر کی' اس کا یہ حصہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔۔ "انگریز اس بات سے خائف ہیں کہ اگر کانگرس کے مطالبات تسلیم نہ کئے گئے تو خون خرابہ ہوگا اور برطانوی تجارت مفلوج ہوجائے گی۔۔ یہ محض دھمکیاں ہیں۔ اس مرتبہ مسلم انڈیا بھی خاموش نہیں رہے گا اور اپنا کردار ادا کرے گا۔" ---یہ ایک طرح کی دھمکی تھی۔ قائداعظم نے مزید کہا۔ "ہم کبھی متحدہ آئین ساز اسمبلی کو قبول نہیں کریں گے اور جب تک پاکستان کو ناگزیر شرط کے طور پر تسلیم نہیں کیا جاتا' ہم کسی عبوری انتظام کو بھی تسلیم نہیں کریں گے۔"

یہ اجتماع' ایک طرح سے' مسلم لیگ کی طرف سے قوت کا مظاہرہ تھا۔ قائداعظم کے علاوہ دوسرے مقررین نے بھی بڑی جوشیلی اور پرعزم تقریریں کیں۔ ان مقررین میں حسین شہید سہروردی'

چودھری خلیق الزمان، غلام حسین ہدایت اللہ، سعد اللہ، افتخار حسین ممدوٹ، آئی آئی چندریگر، سردار شوکت حیات خان، عبدالقیوم خان، بیگم شاہ نواز اور راجہ غضنفر علی شامل تھے۔ اس اجتماع میں قائداعظم نے جو اختتامی تقریر کی وہ بڑی معنی خیز ہے اور قائداعظم کے ذہن میں جو کچھ تھا، اسے بالکل واضح کرتی ہے۔ قائداعظم نے کہا:۔ "ہم کس لئے لڑ رہے ہیں۔ ہمارا مقصد کیا ہے؟ یہ جدوجہد تھیوکریسی کیلئے نہیں ہے، نہ ہی یہ کسی تھیوکریٹک ریاست کے قیام کیلئے ہے۔ مزہب اپنی جگہ پر ہے اور مذہب ہمیں عزیز ہے۔ جب ہم مذہب کی بات کرتے ہیں تو تمام دنیوی اشیاء بے وقعت ہوجاتی ہیں۔ لیکن بعض دوسری چیزیں بے حد اہمیت کی ہیں۔ ان میں ہماری معاشرتی اور معاشی زندگی ہے اور سیاسی اقتدار حاصل کئے بغیر آپ کسطرح اپنے عقیدے اور معاشی زندگی کا تحفظ کرسکتے ہیں؟"

دوسری طرف مشن کے ارکان نے سکیم (الف) اور سکیم (ب)، دونوں حکومت برطانیہ کو بھجوا دیں جو برطانوی کابینہ کے ایک اجلاس میں تفصیلا زیر غور آئیں اور وہاں سے یہ جواب موصول ہوا کہ سکیم (الف)، یعنی ہند کو متحدہ رکھنے کیلئے پوری کوشش کی جائے اور سکیم (ب) سکیم (الف) کے مکمل طور پر ناکام ہونے کی ہی صورت میں اختیار کی جائے۔

برطانوی حکومت کی طرف سے منظوری حاصل ہونے کے بعد مشن کے ارکان نے سب سے پہلے سکیم (الف) اور (ب) کے بارے میں قائداعظم سے مذاکرات کئے۔ مذاکرات کے آغاز ہی میں جناح کو آگاہ کیا گیا کہ جس قسم کے آزاد و مکمل خود مختار پاکستان کا آپ مطالبہ کررہے ہیں، اسے تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ انہیں بتایا گیا کہ جو چھ صوبے آپ نے مانگے ہیں، ان میں ۵ صوبے مکمل طور پر، اور صوبہ آسام میں سے ضلع سلہٹ آپ کو سکیم (الف) کے تحت مل سکتے ہیں یعنی وہ ایک گروپ کی صورت میں مسلمانوں کو دیئے جا سکتے ہیں جس کا دفاع، امور خارجہ اور مواصلات ایک مرکزی یونین کے ماتحت ہونگے اور اگر آپ آزاد اور خودمختار پاکستان پر ہی اصرار کرتے ہیں تو مشرقی پنجاب میں مسلم اکثریت کے ضلع گورداسپور اور مغربی بنگال (بشمول کلکتہ) کو شامل نہیں کیا جاسکتا۔ بالفاظ دیگر اگر علاقے کے لحاظ سے اپنی خواہش پوری کرنا چاہتے ہیں تو کچھ خود مختاری کی قربانی دینی ہوگی اور اگر مکمل طور پر آزاد و خود مختار پاکستان چاہئے تو کچھ علاقوں کی قربانی دینی ہو گی۔

سکیم (الف) کی صورت میں یعنی گروپ بنا کر ایک یونین کے ماتحت نظام کس نوعیت کا ہوگا..؟' اس بارے میں قائداعظم نے بہت سے سوال مشن کے ارکان سے پوچھے۔ گو انہوں نے بڑی تفصیل سے اس کے جواب دیئے لیکن قائداعظم نے کہا کہ مجھے شبہ ہے کہ عملاً یہ بندوبست چل سکے گا۔

کرپس نے یہ کہہ کر قائداعظم کو مطمئن کرنے کی کوشش کی کہ یونین کی اپنی کوئی پارلیمنٹ نہیں ہوگی لہٰذا تمام معاملات دونوں فیڈریشنز کے مابین سمجھوتے کے ذریعے طے کئے جائیں گے اور اس سکیم (الف) کی اصل روح مساوات ہے لہٰذا ہندوؤں کا غلبہ نہیں ہوگا اور ایک طرح مسلم لیگ کا مطالبہ پاکستان مان لیا گیا کہ ایک وسیع علاقہ پر ان کا کنٹرول ہوگا سوائے چند اہم شعبوں کے۔۔۔ قائداعظم نے اختلاف کرتے ہوئے کہا "میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ایک مرکزی حکومت کے نظام میں اکثریتی اور اقلیتی گروہ میں مساوات کس طرح قائم ہوگی۔؟.. بہتر یہی ہے کہ نیچے سے اوپر تک ہر سطح پر علیحدگی اختیار کی جائے۔"..جس پر انہیں جواب دیا گیا گویا آپ مکمل آزاد اور خود مختار پاکستان پر مصر ہیں۔ قائداعظم نے کہا "ہاں۔!.. ہمارا مطالبہ چھ صوبوں پر مشتمل پاکستان کا ہے جن کی حدود میں ردوبدل ہوسکتا ہے۔".. اس اجتماع میں قائداعظم نے ایک بار پھر کلکتہ کو پاکستان میں شامل کرنے پر اصرار کیا۔ انہوں نے محفل برخاست ہوتے ہوتے ایک فقرہ کہا جس سے ان کے، کم از کم اس وقت تک کے عزم کا اندازہ ہوتا ہے۔ "ہمیں ایسا پاکستان حاصل کرنے سے اب کوئی نہیں روک سکتا جو معاشی، سیاسی اور حکمت عملی کے لحاظ سے پوری طرح قابل عمل ہو۔

آغا خان کے روزنامچے کے مطابق قائداعظم مطلوبہ چھ صوبوں میں سے تمام ہندو اکثریتی اضلاع امرتسر، انبالہ اور پھر بنگال اور آسام کے ہندو اضلاع چھوڑنے پر تیار ہوگئے تھے البتہ وہ کلکتہ کو کسی قیمت پر چھوڑنے کو تیار نہیں تھے۔ انہوں نے صاف کہہ دیا کہ اگر سکیم (ب) میں اتنی وسعت پیدا کردی جائے کہ کلکتہ کو پاکستان میں شامل کردیا جائے تو وہ اس سکیم کو تسلیم کرلیں گے۔ لیکن مشن کے ارکان چونکہ جانتے تھے کہ ہندو سرمایہ دار کے علاوہ کلکتہ کے یورپی تاجر بھی کلکتہ کی پاکستان میں شمولیت کی سختی سے مخالفت کریں گے لہٰذا انہوں نے مذاکرات کو ناکام قرار دے دیا۔ بعد ازاں مشن کے ارکان نے کانگرس کے صدر مولانا ابوالکلام آزاد سے ایک رسمی ملاقات کی اور انہیں صرف یہ بتایا کہ جناح کے سامنے بعض تجاویز رکھی گئی ہیں، جس کی تفصیل سے انہیں آگاہ نہ کیا گیا اور فوری طور پر گاندھی سے ملاقات کر کے انہیں جناح سے ہونے والے مذاکرات سے آگاہ کیا۔ (یاد رہے کہ گاندھی کانگرس کے بنیادی رکن بھی نہیں تھے)

۲۵ اپریل ۴۶ء کو کرپس نے ایک اور اہم ملاقات قائداعظم سے کی اور ان پر واضح کیا کہ آزاد اور خود مختار پاکستان کی صورت میں وہ کلکتہ کو بھول جائیں۔ محسوس ہوتا ہے کہ اس ملاقات میں قائداعظم مشن کے رویہ سے اس درجہ مایوس ہوئے اور کلکتہ کی بندرگاہ سے محرومی نے انہیں اس قدر دل برداشتہ کیا کہ وہ سکیم (الف) پر غور کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ حیران کن معاملہ یہ ہے کہ جس کٹے پھٹے پاکستان کو انہوں نے سختی سے رد کیا تھا، وہی پاکستان بعد ازاں وجود میں آیا۔ بہرحال تحریک پاکستان کے دوران یہ پہلا موقعہ تھا کہ قائداعظم نے آزاد اور خود مختار ملک کے مطالبے سے کچھ انحراف کیا اور متحدہ ہندوستان کے ڈھانچے میں رہتے ہوئے کسی حل پر غور کرنے کا وعدہ کیا۔ راقم کے نزدیک قائداعظم کا کلکتہ کو غیر معمولی اہمیت دینا، گو اس کے بندرگاہ ہونے کی وجہ سے بھی تھا لیکن اصلا کلکتہ کی تجارتی اور صنعتی افادیت کی وجہ سے تھا۔ قائداعظم کلکتہ کی پاکستان میں شمولیت، مسلمانوں کے ہر طبقہ کے فروغ اور ترقی کیلئے لازمی سمجھتے تھے۔ لہٰذا قائداعظم نے خود مختار پاکستان کی قربانی دے کر متحدہ ہندوستان میں مسلم صوبوں کے ایک الگ گروپ کی تجویز پر نہ صرف غور کرنے کا وعدہ کرلیا بلکہ یہ یقین دہانی بھی کروا دی کہ وہ مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کو سکیم (الف) رد کرنے کی سفارش نہیں کریں گے کیونکہ اس سے مکمل صوبے، خصوصا کلکتہ، داخلی خود مختاری کے ساتھ مسلمانوں کے کنٹرول میں آتے تھے۔

قائداعظم کو کسی قدر سکیم (الف) کی طرف راغب کرکے وزارتی مشن نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی تھی لہٰذا کانگرس کو بھی اس پر رضامند کرنا اب اس کا اگلا ہدف تھا۔ طے یہ ہوا کہ کانگرس کے صدر مولانا ابوالکلام آزاد سے ایک رسمی ملاقات کرلی جائے اور اس کے فوری بعد گاندھی سے

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

بقیہ: تجزیہ

جنگ میں کس کے ساتھ کھڑا ہونا چاہئے۔ ابھی تک نیپ صدر اسحاق کی طرف نہیں گئی ہے' وہ نواز شریف سے حیرت انگیز دوستی اور وفا کا مظاہرہ کررہی ہے لیکن صوبہ سرحد پر اب صدر اسحاق حاوی ہیں جس کے باعث ولی خاں اور نسیم ولی خاں' اجمل خٹک اور غلام احمد بلور کے لئے نواز شریف کی دوستی قائم رکھنا مشکل ہوگیا ہے۔

ویسے یہ ضرور ہے کہ نیپ والے لیگ کی نسبت زیادہ باوفا نکلے اور وزیراعظم اقتدار پر رہتے ہیں تو ان کا اب نیپ پر انحصار اور بھی بڑھے گا۔ دراصل نیپ بھی سمجھتی ہے کہ میاں نواز شریف امریکی ایماء کی بناء پر آخرکار بنیاد پرستوں کے خلاف جائیں گے اور یوں بھی انہیں ایک لبرل نقطہ نظر کی ضرورت ہوگی تاکہ ہر قسم کے لوگوں کو ساتھ لیکر حکومت چلاسکیں اس لئے نیپ سمجھتی ہے کہ وزیراعظم کے ساتھ ان کی رفاقت کے حق میں کئی باتیں ہیں جبکہ صدر اسحاق کا سیاسی غیرسیاسی خاندان اور ان کی لابی سرحد میں نیپ کے لئے چیلنج ہے اسے وزیراعظم کے بناکر رکھنی چاہئے' کم از کم اس وقت تک جب تک کہ ان کی حکومت ہے۔ اس کے بعد پھر جیسے حالات ہوں دیکھا جائے گا۔

صدر اسحاق نے اگر نواز شریف کو رخصت کیا تو ان کا ارادہ جلد الیکشن کرانے کا نہیں ہوگا اور ابھی سے کہا جارہا ہے کہ مردم شماری' حلقہ بندی' انتخابی اصلاحات' احتساب سب کچھ مکمل ہونے کے بعد ہی انتخابات ہونے چاہئیں اور ان کاموں کے لئے قومی حکومت کو ڈیڑھ سال کی مہلت ملنی چاہئے لیکن نواز شریف حکومت جاتی ہے تو ہر تیسرے ماہ حکومت قلابازی کھاتی رہے گی کیونکہ جس طرح کے متضاد عناصر قومی حکومت میں جمع کئے جائیں گے ان کی نہ کوئی مشترکہ پالیسی ہوگی نہ لائحہ عمل نہ ذاتی افہام و تفہیم اور روز نیا جھگڑا کھڑا ہوگا۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ یا تو نواز شریف حکومت کو ہی رہنے دیا جائے یا اگر اسے ختم کیا جائے تو نوے دن میں الیکشن ضرور کرائے جائیں کیونکہ ملک کو زیادہ دنوں تک نمائندہ حکومت سے محروم رکھنے کے نتائج خطرناک ہوسکتے ہیں۔ ○○

بقیہ: دجالیت

نظام کی وجہ سے عوام بالواسطہ طور پر یہود کی اطاعت ہی نہیں بلکہ غلامی کررہے ہیں اور اس وقت تک کرتے رہیں گے جب تک نظام بینکاری ایسی کاغذی کرنسی پر استوار ہے جس کی کوئی مالیت متعین ہی نہیں ہے۔ سود کی موجودگی کی محافظ بھی دراصل یہی کاغذی کرنسی ہے کیونکہ اس کی اساس ہی ڈی ویلیویشن پر ہے جو کہ فی نفسہ سود کی ہی ابتدائی بنیادی اور حفاظتی شکل ہے۔ ○○

بقیہ: سیاسیات پاکستان

ملاقات کرکے قائداعظم کے موقف میں نرمی کے حوالہ سے گفتگو کی جائے اور اس پر زور دیا جائے کہ وہ کانگرس کی ورکنگ کمیٹی کو بھی سکیم (الف) کو قبول کرنے پر آمادہ کرے لیکن کرپس جب آزاد سے ملاقات کرنے گئے تو مولانا نے خود ہی مسئلہ چھیڑلیا' سکیم (الف) کی طرف اپنی آمادگی کا اظہار بھی کیا اور کانگرس کی ورکنگ کمیٹی کو بھی سکیم (الف) کو بنیاد بناکر مذاکرات کرنے پر آمادہ کرنے کے سلسلے میں اعتماد کا اظہار کیا۔ وہ خاصے پرامید محسوس ہورہے تھے یہاں تک کہ جب کرپس نے مولانا کو مزید کریدتے ہوئے یہ پوچھا کہ کیا میں جناح کو آگاہ کردوں کہ کانگرس ایک ایسے وفاق پر راضی ہے جو دو حصوں میں منقسم ہو اور ہر حصہ اختیاری شعبوں میں اپنے لئے علیحدہ قانون سازی کا اختیار رکھتا ہو تو مولانا ابوالکلام آزاد نے کہا کہ میرے خیال میں ورکنگ کمیٹی کو میں راضی کرلوں گا۔

مولانا آزاد نے مزید پیش قدمی کرتے ہوئے مذاکرات کا طریقہ کار' نمائندگی کی بنیاد اور مذاکرات کا مقام بھی تجویز کرڈالا لیکن حیرت کا مقام ہے کہ ۲۷ اپریل کو (یعنی اگلے ہی روز) مسلم لیگ اور کانگرس کو ایک ہی مضمون کا دعوت نامہ جاری کیا گیا تو جواباً آزاد نے لکھا کہ کانگرس نے کبھی بھی ہندوستان کو مسلم اکثریت صوبوں اور ہندو اکثریت صوبوں میں تقسیم کیا جانا قبول نہیں کیا۔ مزید براں یہ کہ دعوت نامہ میں صوبوں کے اختیارات کے ساتھ جو لفظ "اعلیٰ" لکھا گیا ہے۔ (صوبوں کو اختیارات اعلیٰ حاصل ہوں گے۔) اس پر انہیں اعتراض ہے اگر یہ دونوں اعتراضات رفع کردیئے جائیں تو وہ اس تجویز کو کانگرس کی ورکنگ کمیٹی کے آگے رکھیں گے یعنی ایک روز پہلے تجاویز کا جو ڈھانچہ خود ہی کھڑا کیا تھا' ان چند سطور کے ذریعے اسے خود ہی مکمل طور پر منہدم کردیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے عین اسی روز یہ اعلان بھی کردیا کہ کانگرس کی صدارت کے عہدے سے نہرو کے حق میں دستبردار ہورہے ہیں جس کی معیاد ۱۶ مئی کو ختم ہورہی ہے۔

بقیہ: تفکر و تذکر

گویا ایک جانب جو ظاہری اور دنیوی حفاظت اور حمایت حاصل تھی اس کا ذریعہ بھی ختم ہوگیا اور دوسری جانب گھر میں دلجوئی کرنے والی اور جان و مال نچھاور کرنے والی رفیقہ حیات بھی مشیت ایزدی سے ساتھ چھوڑ گئی۔ اسی بنا پر آنحضورؐ نے اس سال کو "عام الحزن" یعنی رنج و غم کا سال قرار دیا۔

ابو طالب کے انتقال سے چونکہ قریش کے ہاتھ کھل گئے اور ان کے لئے آخری اقدام یعنی آنحضورؐ کے قتل کی راہ میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہی لہٰذا نبی اکرمؐ نے اپنی دعوت کے لئے متبادل مرکز یا قاعدے (بیس) کی تلاش میں شوال سن دس نبویؐ میں طائف کا سفر کیا۔ لیکن سب کو معلوم ہے کہ وہاں آپؐ کو دس دنوں میں جو ذہنی اذیت اور جسمانی مصیبت برداشت کرنی پڑی اس سے مکہ میں دس برس کے دوران بھی سابقہ پیش نہ آیا تھا۔ چنانچہ وہاں سے واپسی پر آپؐ کی زبان مبارک پر یہ فریاد آگئی کہ "اے اللہ! میں تیری ہی جناب میں اپنی کمزوری اور بے بسی اور لوگوں کے سامنے اپنی ناقدری اور رسوائی کی فریاد کرتا ہوں..... تو نے مجھے کس کے حوالے کر دیا ہے۔ بیگانے کے' جو میرے ساتھ درشتی سے پیش آتا ہے یا کسی دشمن کے جسے تو نے مجھ پر اختیار دے دیا ہے؟ (اس سب کے باوجود) اے اللہ! اگر تو مجھ سے ناراض نہیں (اور اسی میں تیری رضا ہے) تو مجھے بھی کوئی پرواہ نہیں ہے!"

صحیح بخاریؒ میں اس واقعے کی تفصیل حضرت عائشہؓ سے مروی ہے جس میں یہ صراحت بھی ہے کہ یوم طائف کو آنحضورؐ نے اپنی حیات دنیوی کا شدید ترین اور سنگین ترین دن قرار دیا اور یہ تفصیل بھی موجود ہے کہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں پر مامور فرشتے کو آپؐ کی خدمت میں بھیجا تھا کہ اگر آپؐ چاہیں تو طائف کی بستی جن پہاڑوں کے مابین آباد ہے انہیں آپس میں ٹکرا کر اہل طائف کو پیس ڈالا جائے لیکن آپؐ نے منظور نہیں کیا اور فرمایا "کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ ان ہی کی اولاد میں سے دین حق کے حامی اور علمبردار پیدا کرے" (چنانچہ یہ بات لائق ذکر ہے کہ محمد ابن قاسم جو اسلام کا علم سرزمین ہند میں لائے طائف کے قبیلہ ثقیف ہی کے چشم و چراغ تھے)۔

کون معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں!

اخذ و ترجمہ: سردار اعوان

گزشتہ دنوں "مین ہٹن" کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں ہونے والا بم دھماکہ ابھی تک لوگوں کے لئے موضوع بحث بنا ہوا ہے کہ اس میں کس کا ہاتھ ہے۔ دہشت گردی سازش اور جاسوسی کی دنیا کا ایک سنہری اصول ہے کہ جو کچھ عوام کو بتایا جاتا ہے' سچ وہ نہیں ہوتا۔ عوام کو صرف وہ کچھ بتایا جاتا ہے جو عوام کے اپنے تصورات کے قریب تر ہو تاکہ وہ اس سے مطمئن ہوجائیں۔ چنانچہ کچھ ہی دنوں بعد اصل حادثہ تو ذہنوں سے محو ہوجاتا ہے' اس کے وہ اثرات باقی رہ جاتے ہیں جن کا باقی رکھنا درکار ہوتا ہے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایسے مواقع پر عوام کی توجہ اصل مسئلے سے ہٹانے کے لئے فوراً یہ سوال سامنے لایا جاتا ہے کہ یہ کارروائی کس نے کی اور کیسے کی؟ حالانکہ ایک بار جب کوئی حادثہ ہوجائے تو اس سوال کی اہمیت باقی نہیں رہتی کہ کس نے کیا اور کیسے کیا۔ اصل سوال یہ ہوتا ہے کہ کیوں کیا؟ یعنی اس حادثہ کے پیچھے کیا مقاصد کارفرما ہیں اس سے فائدہ کس نے اٹھایا؟

مقبوضہ یروشلم میں ایک پہاڑی پر ان گیارہ مصری یہودیوں کی مردانگی اور عظمت کی یاد میں ایک پتھر نصب ہے جنہوں نے یہودی ریاست کے قیام میں نمایاں قربانی دی۔ اسرائیل کے خفیہ محکمے نے مغرب کے ساتھ مصر کے تعلقات خراب کرنے کے لئے 1954ء میں ایک منصوبہ بنایا تھا جسے "آپریشن سسانا" کا نام دیا گیا تھا۔ اس کے تحت 1954ء کے اوائل میں مصر میں امریکی اور برطانوی مفادات کو بموں کا نشانہ بنانے کی ایک زبردست مہم شروع کردی گئی جس میں بارہ آدمی مارے گئے اور درجنوں زخمی ہوئے۔ مصر کے "مسلم انتہاپسندوں" کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا۔ مصر میں اس وقت جو حکومت برسراقتدار تھی دو سال قبل وہ "عرب نیشنلزم" اور مغرب مخالف نعروں کی بنیاد پر وجود میں آئی تھی۔ امریکہ اور برطانیہ عربوں کے سب سے بڑے دشمن سمجھے جارہے تھے لہٰذا یہ بات حالات کے عین مطابق تھی۔ وہ تو بالکل اتفاق سے مصری پولیس کے ہاتھ ایک ایسا شخص لگ گیا جس نے اصل سازش کا بھانڈا پھوڑدیا ورنہ ہرشے اپنی جگہ ٹھیک بیٹھی تھی۔

اس وقت یہ بات بہت کم لوگوں کے علم میں تھی کہ مصر کے صدر جمال عبدالناصر اور اسرائیلی وزیراعظم "موشے شارط" کے درمیان خفیہ مذاکرات کا سلسلہ جاری تھا جن میں خاصی پیش رفت ہوچکی تھی "شارط" ---- ان سیاست دانوں میں سے تھے جن کے نزدیک 15 مئی 1948ء کے اعلامیہ کے تحت ایک یہودی ریاست کا قیام مسلسل بدامنی کو دعوت دینا ہے۔ اس کے بجائے وہ اسرائیل میں عربوں اور یہودیوں کو برابری کے حقوق دینے پر مائل نظر آتے تھے۔ اس وقت امریکہ کی آئزن ہاور انتظامیہ بھی درپردہ اس کے لئے اسرائیل پر دباؤ ڈال رہی تھی کہ وہ عربوں کے ساتھ مصالحت کرلے مگر اسرائیل کے اندر سیاست دانوں اور فوجی افسروں پر مشتمل ایک گروہ ایسا تھا جو ان مذاکرات کا شدید مخالف تھا اور صرف طاقت پر یقین رکھتا تھا۔ اس گروہ میں اس وقت کے وزیردفاع' پنہاس لیون' چیف آف سٹاف' "موشے دایان" شمعون پیرز اور بعض دوسرے فوجی افسر شامل تھے جبکہ قائد سابق وزیراعظم ڈیوڈ بن گوریان تھے۔ چونکہ مصر میں بم دھماکوں میں ملوث جو گیارہ افراد پکڑے گئے وہ سارے یہودی تھے اور ان سے حاصل ہونے والے شواہد کی بناء پر اسرائیلی خفیہ محکمے کا منصوبہ کھل کر سامنے آگیا' اسرائیل کی ملکی سیاست کا اس سے متاثر ہونا قدرتی امر تھا۔ لہٰذا سوال کھڑا ہوگیا کہ یہ منصوبہ کس کے حکم سے تیار کیا گیا ہے۔

اس کشمکش کے نتیجے میں بالآخر 1968ء میں حکمران جماعت سے الگ ہوکر ان لوگوں نے "لیبر پارٹی" قائم کرلی جو اس وقت اسرائیل میں برسراقتدار ہے اور طاقت کے بل پر امن چاہتی ہے۔ البتہ فوری طور پر جو نتائج برآمد ہوئے وہ بھی کم اہم نہ تھے۔ مصر اور اسرائیل کے درمیان جاری خفیہ مذاکرات ختم ہوکر 1956ء کی جنگ تک نوبت جاپہنچی۔ مغرب کے ساتھ عربوں کے تعلقات پہلے سے زیادہ خراب ہوگئے۔ بظاہر 1954ء میں مصر میں امریکہ اور برطانیہ کے دفاتر پر بم کے حملوں اور نیویارک کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں بم کے حالیہ دھماکے میں کوئی قدر مشترک دکھائی نہیں دیتی' دونوں کے درمیان ہزاروں میل کی مسافت اور نصف صدی کے لگ بھگ عرصہ حائل ہے مگر مشرق وسطیٰ کی سیاست میں درحقیقت وقت اور فاصلوں کی اتنی اہمیت نہیں۔ وہی صورت حال اب بھی ہے جو پچاس برس قبل تھی۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسرائیل کو تسلیم کرلیا جائے اور اس کی سرحدوں کی ضمانت فراہم کردی جائے تو امن قائم ہوجائے گا' انہیں پیچ در پیچ صیہونی نظریات اور ان تاویلات کا علم نہیں جو وہ بائیبل کے حوالے سے کرتے ہیں۔ اس پر مستزاد اسرائیل کے سیاست دانوں اور فوجی جرنیلوں کے باہم متصادم مفادات کا مسئلہ ہے۔ ان عرب رہنماؤں کے ساتھ امن مذاکرات کا معاملہ ایک مشکل کام سہی' جنہوں نے عرصے سے عرب' اسرائیل تنازعے کے بل بوتے پر اپنا کاروبار سجا رکھا ہے تو اسرائیلی معاشرہ بھی چوں چوں کا مربہ ہے۔ جب بھی امن کی بات چیت کچھ آگے بڑھتی ہے اسرائیل میں موجود جنگ کی سیاست کرنے والا طبقہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اس میں کچھ تو وہ لوگ ہیں جو "بائیبل کا اسرائیل" قائم کرنا چاہتے ہیں اور بعض وہ لوگ ہیں جن کے سیاسی اور مالی مفادات اس سے وابستہ ہیں کہ اسرائیل حالت جنگ میں رہے اور ان لوگوں کا اسرائیل کی فوج اور خفیہ محکموں میں خاصا اثر ہے' یہ لوگ اتنا برداشت کرنے کو تیار نہیں کہ امریکہ زبانی کی حد تک ہی مقبوضہ علاقے سے بے دخل کئے جانے والے فلسطینیوں کی حالت زار پر کوئی ردعمل ظاہر کرے۔ لہٰذا یہ ضروری تھا کہ ایک زوردار دھماکہ کرکے امریکہ کو "جنگجو اسلام" کی جھلک دکھائی جائے جہاں ستر کی دہائی کے وسط سے امریکی عوام کے سامنے آہستہ آہستہ اسلام کا جو نقشہ پیش کیا جارہا ہے وہ یہ ہے کہ ہر وہ شے جو جدید دنیا کے لئے لازم و ملزوم ہے اسلام اس کا قلع قمع کرتا ہے۔ "اسلام" تو ہے ہی دہشت گردی اور امن و امان کو تہہ و بالا کرنے کا نام۔

(بشکریہ خلیج ٹائمز)

WEEKLY "NIDA-E-KHILAFAT" LAHORE
36-K, Model Town Lahore- 54700 Regd:No L. 9184

پریس ریلیز

تشدد کی طرف رجحان اسلامی تحریکوں کو بدنام کر رہا ہے

"اس وقت پورے عالم اسلام میں احیائی تحریکوں کو اپنے سامنے مغرب سے اخذ کردہ دو ہی طریق کار نظر آتے ہیں: بیلٹ یا بلٹ۔ یعنی انتخابات کا راستہ ہے یا پھر منظم یا غیر منظم تشدد اور دہشت گردی کا راستہ۔ مگر میرے نزدیک یہ دونوں راستے غلبہ اسلام کی راہ ہموار نہیں کرتے' مسدود کرتے ہیں۔ اگرچہ بحالاتِ موجودہ میری اس بات کو ناپسند کیا جائے گا مگر خیر خواہی کے جذبے کے تحت اسے بیان کرنا میں اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں"۔ یہ بات ڈاکٹر اسرار احمد امیر تنظیم اسلامی پاکستان نے آج مسجد دارالسلام میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ انتخابات کے ذریعے کبھی کوئی انقلاب نہیں آیا اور اسلامی انقلاب تو ہرگز نہیں آئے گا' تاہم اس کا متبادل راستہ یعنی مار دھاڑ کے ذریعے تبدیلی لانے کی خواہش تو دیوانے کے خواب سے زیادہ نہیں' بلکہ یہ طریقہ اسلام کی احیائی کوششوں کو بدنام کرنے کا باعث بن رہا ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ اسلام کی خاطر انتہائی قیمتی جانیں نچھاور کی جا رہی ہیں اور نوجوان جام شہادت نوش کر رہے ہیں مگر اس سے اسلام کا بھلا نہیں ہو گا۔ مجھے احساس ہے کہ دہشت گردی اور تخریب کاری کا یہ راستہ مجبوراً رد عمل کے طور پر اختیار کیا جاتا ہے جیسا کہ الجزائر اور مصر میں ہو رہا ہے مگر کسی انقلابی جماعت کے لئے یہی موقع تو امتحان کا ہوتا ہے کیونکہ مخالف قوتیں تو ہمیشہ چاہتی ہیں کہ ان تحریکوں کو منظم ہونے سے روکا جائے جبکہ یہ ذمہ داری انقلابی قیادت کی ہوتی ہے کہ قبل از وقت اقدام یا تصادم کا خطرہ مول نہ لینے دیا جائے اور جب تک مناسب طاقت فراہم نہیں ہوتی' صبر محض کی مشق کو جاری رکھا جائے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ جہاں تک گوریلا کارروائیوں کا تعلق ہے یہ صرف قابض فوجوں کے خلاف کارگر ہوتی ہیں جن کی سپلائی لائنیں بہت طویل ہوں۔ طویل تجربات سے ثابت ہو چکا ہے کہ ملکی یا قومی فوج کے خلاف کامیابی حاصل کرنا ناممکن ہے۔ ویت نام' الجزائر اور افغانستان میں امریکی' فرانسیسی اور روسی فوجوں کے خلاف چھاپہ مار جنگ بالآخر کامیاب رہی جبکہ فلسطین میں پی۔ ایل۔ او اور الفتح جیسی مضبوط تنظیمیں بھی کامیابی حاصل نہیں کر سکیں کیوں کہ اسرائیلی حکومت پیشتر ازیں وہاں قائم ہو چکی تھی۔ اس سے بھی زیادہ خوفناک بات یہ ہے کہ اس طرح اسلام بدنام ہو رہا ہے۔ دنیا میں "مسلم بنیاد پرستی" اور دہشت گردی و تخریب کاری کو ایک ہی شے قرار دے کر اسلام کے خلاف زبردست مہم چلائی جا رہی ہے تاکہ اسلام کے علمبردار عوام کی ہمدردیاں کھو دیں اور ان کے خلاف پرتشدد کارروائی کر کے کچل دینے کا اخلاقی جواز بھی حاصل ہو جائے۔

داعی تحریک خلافت ڈاکٹر اسرار احمد نے واضح کیا کہ ایک بہت بڑے جرم کے دانستہ یا نادانستہ ہم خود بھی مرتکب ہو رہے ہیں۔ ہم نے بحالی حقوق یا اپنے کسی علاقے میں حق خود ارادیت کے حصول کے لئے کی جانے والی جدوجہد پر بھی جہاد فی سبیل اللہ کا لیبل چسپاں کر رکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسے جہاد حریت تو کہا جا سکتا ہے اور ایسی کسی کشمکش میں جان ہارنے والا مسلمان بھی یقیناً شہید ہوتا ہے لیکن جہاد فی سبیل اللہ ایک مخصوص اصطلاح ہے جسے ہر جگہ استعمال کرنا اس کی اہمیت کو کم کرنے کے مترادف ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ جہاد فی سبیل اللہ کے مقاصد بہت اعلیٰ ہوتے ہیں اور اس کا ارادہ کرنے والے تو اپنی زندگیوں کو ایک خاص سانچے میں ڈھال کر اپنی تنظیم کرتے اور ایک قائد کے ساتھ بیعت کے رشتے میں منسلک ہو کر اس کے اشارے پر حرکت میں آتے ہیں۔

الجزائر میں ——— فرانس سے آزادی کے بعد وہاں جو مسلمان حکومت وجود میں آئی وہ کٹر سوشلسٹ نکلی جس نے الجزائر کو افریقہ میں شراب کا سب سے بڑا برآمد کنندہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ ○○

ہم نے امریکہ کے سامنے گھٹنے بالکل ٹیک دیئے ہیں

تنظیم اسلامی کا موقف

پشاور میں مقیم عرب باشندوں کی گذشتہ روز کی گرفتاریوں اور ان کے ساتھ ہونے والے ناروا سلوک کی خبروں سے اس امر کی واضح نشاندہی ہوتی ہے کہ ہم امریکہ کے سامنے ہر معاملے میں گھٹنے ٹیک چکے ہیں اور آئندہ بھی خواہی نخواہی امریکہ کے ہر جائز و ناجائز حکم کی تعمیل کرنی ہوگی۔ موجودہ حالات میں یہ کوئی غیر متوقع اور حیران کن بات نہیں' اللہ اور اس کے دین کے ساتھ غداری کے باعث ہم بحیثیت مجموعی جس طرح ذلت و رسوائی کی آخری حدوں کو پہنچ چکے ہیں اس کے پیش نظر ہمیں بدسے بدتر حالات کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ ہماری بے بسی اور لاچاری کا عالم یہ ہے کہ واشنگٹن میں ہمارے وزیراعظم صاحب کے ایلچی کو امریکی حکام کے سامنے صفائی پیش کرنے کی اجازت بھی بدقت تمام ہی مل سکی!

قوموں اور ملکوں پر مشکل حالات آتے رہتے ہیں اور اگر کوئی قوم اخلاقی اور ذہنی اعتبار سے بالکل مردہ نہ ہو چکی ہو تو اس قوم کے حالات میں مثبت تبدیلی کی توقع کی جا سکتی ہے لیکن ہمارا معاملہ مختلف ہے۔ ہمارا اصل روگ منافقت ہے۔ چنانچہ مقام اور مرتبے کے اعتبار سے جو جتنا بڑا ہے' وہ اتنا ہی بڑا منافق ہے' الا ماشاء اللہ۔ اور یہ وہ جرم ہے جس کی سزا دنیا میں ذلت و رسوائی تو ہے ہی' آخرت میں بھی ایسے لوگوں کے لئے شدید ترین عذاب کی دھمکی قرآن میں وارد ہوئی ہے۔ ہم اگر اپنی موجودہ حالت کو نہیں بدلتے اور اللہ اور اس کے دین کے ساتھ وفاداری کا معاملہ نہیں کرتے تو امریکہ کی لاکھ خوشامد اور منت سماجت کریں' ہمارے حالات میں کوئی دیرپا مثبت تبدیلی رونما نہیں ہو سکتی۔ بحالات موجودہ ایک خوشحال اور مضبوط پاکستان کے دعوے دھوکے اور فریب کے سوا اور کچھ نہیں! ذلت و رسوائی کی اس کیفیت سے نکلنے اور پاکستان کو مستحکم و مضبوط کرنے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ ہم خلوص و اخلاص کے ساتھ توبہ کریں اور اللہ اور اس کے دین کی جانب اپنے رخ کو صحیح اور درست کر لیں۔ اللہ کی مدد اور اس کی نصرت کے حصول کا یہی واحد ذریعہ ہے۔ دنیا کی تمام بڑی طاقتیں آج ہمیں دھتکار رہی ہیں' ہمیں جان لینا چاہئے کہ ہمارے لئے صرف اللہ کا در کھلا ہے اور اسی کے دامن رحمت میں ہمیں پناہ مل سکتی ہے۔